AL-ILM Journal

Volume 5, Issue 1

ISSN (Print): 2618-1134
ISSN (Electronic): 2618-1142

Issue: https://www.gcwus.edu.pk/al-ilm/
URL: https://www.gcwus.edu.pk/al-ilm/

Title	Imaam Tahawi ka Qiyas kay Zariye Ikhtalaf e Hadith Door krny ka Asloob
Author (s):	Dr. Muhammad Waris Ali
Received on:	02 November, 2020
Accepted on:	15 Ferbruary, 2021
Published on:	18March, 2021
Citation:	English Names of Authors, " Imaam Tahawi ka Qiyas kay Zariye Ikhtalaf e Hadith Door krny ka Asloob", AL-ILM 5 no 1 (2021): 178-195
Publisher:	Institute of Arabic & Islamic Studies, Govt. College Women University, Sialkot

امام طحاوی کا قیاس کے ذریعے اختلافِ حدیث دور کرنے کا اسلوب

ڈاکٹر محمد وارث علی*

Abstract:

The issues that have not been clearly mentioned in the Qura'n and sunnah are resolved through reasoning (Qayās). So, a scholar has to derive the matters in the light of Qura'n and Sunnah using the reasoning. Abu Ja'far al-Ṭaḥāwī (239/321AH) was a great scholar of Ḥadīth and jurisprudence. In this article, his method of derivation of juristic matters through Qayās has been discussed with examples from his book *M'ānī al-Athār*. Al-Ṭaḥāwī has used analogy in support of the issues proved by the traditions. He has resolved the contradiction of Ḥadīth by using principles of preference, conformity and nullification. Sometimes, he explains and determines the meaning of text to resolve the problem regarding contradictory situation using Qayās. His expertise in this connection is worth reading. He uses reasoning as extra arguments.

Keywords: Ḥadīth, Contradiction, Jurisprudence, Reasoning, Qayās

تعارف:

امام طحاوی رحمہ اللہ(۲۳۹ھ تا۳۲۱ھ) چوتھی صدی ہجری کے اہل علم میں اہم مقام رکھتے ہیں انہوں نے حدیث کے ساتھ ساتھ فقہ پر بھی کام کیاہے اور کئی مسائل میں اپنا اجتہاد بھی پیش کیاہے۔ انکی حدیث میں معانی الآثار اور شرح مشکل الآثار، شہرہ آفاق تصانیف ہیں۔جن میں انہوں نے ایسی احادیث کو موضوع بحث بنایا ہے جو تعارض پر مشتمل ہیں ان کے تعارض کو دور کرنے کے لئے جو اسلوب اختیار کیاہے اس میں نسخ کا طریق سب سے پہلے اپنایا گیاہے کہ اگر دو، متعارض روایات میں سے ایک کا منسوخ ہوناواضح ہے تو منسوخ کو چھوڑ کر ناسخ کے مطابق حکم لگاتے ہیں اور اگر ان میں نسخ کی تعیین نہ ہو سکے تو پھر ان میں سے کسی وجہِ ترجیح کی بنیاد پر راجح پر عمل کرنے کا حکم لگاتے ہیں اور مرجوح روایت کو چھوڑ دیتے ہیں اور اگر ترجیح کا تعین کرنا بھی ممکن نہ ہو تو پھر ان کے درمیان تطبیق کر کے دونوں پر عمل کی صورت نکالتے ہیں۔لیکن اس کے ساتھ ساتھ جہاں کہیں قیاس کا استعمال ہو سکتاہے اسے استعمال کرتے ہیں اور جس مؤقف کی تائید ہوتی ہے اسکو تقویت پہنچاتے ہیں۔

سابقہ تحقیقی کام کا جائزہ

مختلف جامعات اور بیرون ممالک میں موجود مختلف یونیور سٹیوں میں ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کی سطح پر امام طحاوی کی تصانیف سے چند مقالہ جات لکھے گئے ہیں جن میں سے " منہج الامام الطحاوی فی دفع التعارض بین نصوص

---

*اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور

الشرعیۃ من خلال کتابہ شرح مشکل الآثار" کے عنوان سے حسن بن عبد الحمید بن عبد الحکیم بخاری نے جامعہ ام القری، مکہ مکرمہ می 2001ء میں لکھا جس میں شرح مشکل الآثار کی روشنی میں تعارض احادیث کو دور کرنے کے طریقے زیر بحث لائے گئے ہیں جن میں جمع بین النصوص، ترجیح اور ناسخ و منسوخ معروف ہیں لیکن اس میں ان اصولوں کے حوالے سے اطلاقی بحث نہیں کی گئی۔ عبد المطیع السعود نے اردن یونیورسٹی میں 1994ء کو ایک مقالہ لکھا ہے جس میں امام طحاوی رحمہ اللہ کے مختلف الحدیث کے حوالے سے نظریات کو بیان کیا ہے اس کا عنوان ہے "مختلف الحدیث عند الامام الطحاوی فی ضوء کتابہ شرح معانی الآثار"۔"احادیث میں تعارض دور کرنے کے اصول" کے عنوان سے مرزا حیدر صاحب نے پنجاب یونیورسٹی میں 2003ء میں مقالہ لکھا۔ جس میں مختلف الحدیث اور مشکل الحدیث کے فنون پر بحث کر کے اشکالات واختلافات کو دور کرنے کے صرف طریقے بیان کئے گئے ہیں اور چند ایک امثلہ پر اکتفاء کیا گیا ہے۔ محمد زکریا نے ایم فل کی سطح کا ایک مقالہ سیشن 11-2009 میں گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد، بعنوان "علم مختلف الحدیث اور فتح الباری میں اس کا اطلاق" تحریر کیا ہے جس میں امام ابن حجر عسقلانی کی اپنی تصنیف فتح الباری میں احادیث کے تعارض کو دور کرنے کی مہارت پر روشنی ڈالی گئی ہے

اس مقالہ میں امام طحاوی رحمہ اللہ کے ایک اہم اصول کو زیر بحث لایا گیا ہے جو قیاس کہلاتا ہے ان کے اس اسلوب کو مثالوں کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کیونکہ احادیث کے اصولوں کی معرفت اور مہارت ایک مجتہد کے لئے ضروری ہے امام طحاوی رحمہ اللہ روایات کا تجزیہ کرتے ہوئے متضاد روایات کے تضاد کو دور کرتے ہوئے آخر میں والنظر فیہ کے الفاظ سے قیاس کرتے ہیں انکے اس اسلوب کی چند امثلہ اخذ کی گئی ہیں جن سے ان کی اس مہارت کے بارے ہمیں آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں پہلے قیاس کے بارے کچھ معلومات پیش کی گئی ہیں پھر اس کے بارے میں امام طحاوی کا اسلوب زیر بحث لایا گیا ہے۔

قیاس کا معنی و مفہوم:

قیاس کا لغوی معنی لغت عرب میں "تقدیر" ہے[1] جو اندازہ لگانے کے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے یعنی ان یقصد معرفۃ قدر احد الامرین بالآخر [2] "دو چیزوں کا آپس میں موازنہ کر کے ان میں سے ایک کے بارے میں اندازہ لگانا" اسی طرح کہا جاتا ہے کھقست الثوب بالزراع او بالمتر ای قدرت الثوب بالزراع او المتر" کپڑے کو گز یا میٹر کے ساتھ ماپا گیا" اسی سے ہے قاس الطبیب الجراحۃ ای قدر الطبیب مدی غور ذلک الجرح وذلک بالمیل "طبیب نے زخم کی گہرائی اور مدت کا جائزہ لیا"۔ لفظ قیاس

کا ایک معنی مساوات بھی ہے[3] مساوات دو معانی میں استعمال ہوتی ہے، حسی اور معنوی۔ حسی کی مثال ہے جیسے کہا جاتا ہے **قست الثوب بالثوب ای حاذیته وساویته به بالآخر** "ایک کپڑے کا دوسرے کپڑے سے موازنہ کر کے انہیں برابر کیا" اور معنوی مساوات کی مثال ہے جیسے کہا جاتا ہے" **فلاں یقاس بفلان ای یساویه فی الفضل**" فلاں آدمی فضیلت اور بزرگی میں فلاں کے مساوی ہے

جبکہ قیاس کا اصطلاحی مفہوم ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ[4] کے نزدیک یہ ہے کہ **حکمك علی الفرع بمثل ما حکمت به فی الاصل لاشترا کهما فی العلة** علت مشترکہ کی بنا پر اصل کا حکم فرع پر لگانا قیاس کہلاتا ہے۔ڈاکٹر عبد الکریم نے اس کی تعریف یوں کرتے ہیں کہ **اثبات حکم معلوم لمعلوم آخر لاشترا کهما فی العلة الحکم عند المثبت**[5] مجتہد کا، حکم کی علت مشترکہ کی وجہ سے،ایک معلوم چیز کا دوسری چیز پر حکم لگانا قیاس ہے اسی طرح ایک تعریف یہ بھی کی گئی ہے کہ **هو بذل الجهد فی استخراج الحق** " حق کی تلاش کے لئے کی جانے والی کوشش قیاس کہلاتی ہے "اور دلیل کو بھی قیاس سے تعبیر کیا جاتا ہے جو حق تک پہنچنے کے لئے کی جائے [(6)] اسی طرح صدر الشریعہ [7] نے اس کی تعریف اس طرح کی **هے هو تعدیة الحکم من الاصل الی الفرع لعلة متحدة لا تدرك بمجرد اللغة**[8] "ایسی علت مشترکہ، جسے فقط لغت کے ذریعے معلوم نہیں کیا جاسکتا، کی وجہ سے اصل کا حکم فرع پر لگانا قیاس کہلاتا ہے"

ان تعریفات میں صدر الشریعہ کی بیان کردہ تعریف زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس میں جامعیت پائی جاتی ہے۔

ارکانِ قیاس

اصولیین نے قیاس کے درج ذیل چار ارکان بیان کئے ہیں

۱۔المقیس علیہ (اصل):۔ جس پر قیاس کیا جائے

۲۔المقیس (فرع):۔ جس چیز کو قیاس کیا جائے

۳۔العلۃ:۔یعنی ایسا وصف جو اصل اور فرع دونوں میں مشترک ہو اور قیاس کا سبب ہو

۴۔الحکم :۔جو حکم قیاس کے بعد لگایا جائے[9]

اقسامِ قیاس

قیاس کی تقسیم کئی اعتبار سے کی جاتی ہے لیکن صدر الشریعہ نے اس طرح کی ہے

ا۔ قیاس جلی

صدر الشریعہ رحمہ اللہ نے اس حوالے سے یہ لکھا ہے" قیاس جلی سے مراد وہ قیاس ہے جس میں علت نص سے ثابت ہو سکتی ہے اور کبھی نص سے ثابت نہیں ہوتی لیکن وہ علت قطعی ہوتی ہے کیونکہ اصل اور فرع کے درمیان کوئی فرق نہیں ہوتا جیسے بعض حصہ آزاد کرنے کی صورت میں پورے وجود کی آزادی میں باندی کو غلام پر قیاس کرنا

۲۔ قیاس خفی

اس سے مراد وہ قیاس ہے جس میں علت کے قطعی نہ ہونے کے باوجود اصل اور فرع کے درمیان کوئی فرق موجود نہ ہو لیکن وہ علت اصل کے حکم سے مستنبط ہو جیسے بوجھ گرا کر کسی کو قتل کرنے کے حکم کو دھاری دار آلے کے ذریعے قتل کرنے کے حکم پر قیاس کیا جائے [10]

امام آمدی نے اس کی درج ذیل تقسیم کی ہے

ا۔ اولی

قیاس اولی سے مراد یہ ہے کہ جس میں، علت کے قوی ہونے کی وجہ سے، فرع اصل کی نسبت زیادہ اہمیت کی حامل ہو جیسے ارشاد ربانی ہے (فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ [11] اپنے ماں باپ کو اف تک نہ کہو) میں ضرب (مارنا)، تافیف (اف کہنے) سے زیادہ سخت اور قوی ہے [12] لہذا والدین کو مارنے کی ممانعت ان کو اف کہنے سے کہیں زیادہ ٹھہری اس لئے مارنے سے روکنے کا حکم مقیس اور اف کہنے سے منع کرنے کا حکم مقیس علیہ ہے جو مساوی نہیں ہیں مارنے سے منع ہونا اس اف کہنے سے زیادہ قبیح ہے

۲۔ مساوی

جس میں فرع اور اصل حکم کے اعتبار سے مساوی ہوں ان میں سے کوئی بھی قابل ترجیح نہ ہو جیسے ارشاد باری تعالی ہے: فَإِنْ أَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ [13] پھر اگر وہ ارتکاب کریں بدکاری کا تو ان پر اس سزا کا نصف ہے جو آزاد عورتوں کے لئے ہے فان العبد يقاس على الامة في تنصيف العقوبة اذا ارتكب ما يوجب الحد بالجلدة اگر کوئی غلام بدکاری کا ارتکاب کرے تو اسے باندی پر قیاس کرتے ہوئے کوڑوں کی سزا میں (آزاد شخص کے لئے مختص تعداد کی) نصف تعداد کے برابر کوڑے لگائے جائیں گے۔ اسی طرح یتیم کے مال کو جلانا اس کے کھانے پر (قیاس کرنا)، دونوں صورتوں میں تلف کرنا ہے تو جس طرح کھانا حرام ہے اسی طرح جلانا بھی حرام ہے۔

۳۔ قیاس ادنی

ایسا قیاس جس میں علت کے حکم کے اعتبار سے فرع اصل کی نسبت کمزور ہو مثل قیاس التفاح علی البر بجامع الطعم فی کل منهما لیثبت فیه حرمة التفاضل کما فی البر"[14] جیسے سیب کو گندم پر قیاس کرنا اس اعتبار سے کہ یہ دونوں کھانے والی چیزوں میں شمار ہوتے ہیں اور اس (سیب) میں بھی گندم کی طرح زیادتی کو ناجائز قرار دینا اسی طرح حرام ہونے یا حد واجب کرنے میں نبیذ کو شراب کے ساتھ الحاق کرنا (قیاس ادنی کی مثال ہے

امام طحاوی اور قیاس

امام طحاوی رحمہ اللہ کسی مسئلہ کے بارے موجود روایات کے حوالے سے تفصیلی بحث کرنے کے بعد اس بارے نظر صحیح یعنی قیاس کرتے ہیں اور اس کے ذریعے اپنے موقف کی تائید کرتے ہیں اور بعض اوقات اگر قیاس ان کی روایات کا موئید نہ بھی ہو تو بھی امام طحاوی اس کو بیان کرتے ہیں

پورے سر کا مسح کرنا فرض ہے یا اس کے بعض حصے کا؟

فقہاء کا ایک گروہ اس بات کا قائل ہے کہ پورے سر کا مسح کرنا فرض ہے جبکہ بعض دیگر حضرات کے نزدیک پورے سر کا مسح فرض نہیں ہے۔ امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کی یہی رائے ہے۔

امام ابو جعفر طحاوی فریقین کے نقلی دلائل، نقد و تبصرے کے ہمراہ نقل کرنے کے بعد قیاس کے ذریعے احناف کو مؤقف کو تقویت دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں" غور و فکر کے طریقے پر یہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں وضو چند اعضاء میں واجب ہے ان میں سے بعض کو دھونے کا حکم ہے اور بعض کے مسح کا، جن اعضاء کو دھونے کا حکم ہے وہ چہرہ، ہاتھ اور پاؤں ہیں۔ جن کے نزدیک پاؤں کا دھونا فرض ہے، پس تمام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس عضو کو دھونا فرض ہے اس کے تمام کا دھونا ضروری ہے بعض کو دھونا اور بعض کو نہ دھونا جائز نہیں پس جب سر کا مسح فرض ہے تو ایک قوم نے کہا سارے سر کا مسح کیا جائے جیسے یہ اعضاء پورے پورے دھوئے جاتے ہیں۔ دوسرے لوگوں نے کہا نہیں۔ صرف بعض کا مسح کیا جائے۔ پس ہم نے اس چیز کو دیکھا جس کا حکم مسح کرنا ہے کہ وہ کس طرح ہے تو ہم نے موزوں پر مسح کے مسئلہ کو دیکھا اس میں اختلاف ہے ایک قوم نے کہا کہ اس کے ظاہر و باطن پر مسح کیا جائے دوسرے نے کہا ظاہر پر کیا جائے باطن پر نہیں پس تمام اس بات پر متفق ہیں کہ اس میں بعض حصے کا مسح فرض ہے بعض کا نہیں۔ لہٰذا قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ سر کا حکم بھی اسی طرح ہو کہ بعض کا فرض ہو، بعض کا نہ ہو۔ یہ اس پر قیاس ہے جو کچھ ہم نے (موزوں کے مسح کے بارے میں) بیان کیا"[15]

اس بحث میں موزوں پر مسح کا مسئلہ مقیس علیہ ہے جبکہ سر پر مسح کا مسئلہ مقیس ہے۔ دونوں کے درمیان وجہ اشتراک مسح ہے اور دونوں کا حکم یہ ہے کہ پورے عضو پر مسح کرنا ضروری نہیں۔

ران ستر میں داخل ہے

آئمہ کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ ران ستر ہے یا نہیں یعنی اس کا ڈھانپنا ضروری ہے یا نہیں۔ امام احمد بن حنبل، امام مالک اور داؤد ظاہری کے نزدیک ران ستر میں داخل نہیں ہے۔ جبکہ امام اعظم ابو حنیفہ، امام شافعی، امام ابو یوسف، امام محمد اور امام زفر کے نزدیک ران ستر میں داخل ہے۔ امام طحاوی اس بارے میں فریقین کی پیش کردہ روایات نقل کرنے اور ان پر نقد و تبصرہ کرنے کے بعد عقلی اعتبار سے اس مسئلے کا جائزہ لیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

حکم شرعی یہ ہے کہ نامحرم عورت کی ہتھیلی، چہرہ، اور قدم کے علاوہ جسم کا کوئی بھی حصہ دیکھنا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح محرم عورت اور غیر شخص کی باندی کا سر، بال، سینہ، پنڈلی اور بازو دیکھنا جائز ہے۔ لیکن محرم عورت اور غیر شخص کی باندی کی ران دیکھنے کا حکم شرمگاہ دیکھنے کے حکم کی مانند ہے یعنی ممنوع ہے۔ گویا ران کا حکم پنڈلی، سر یا بازو کی بجائے شرمگاہ کی مانند ہے پس ثابت یہ ہوا کہ جس طرح شرمگاہ کو ڈھانپنا ضروری ہے اس طرح ران ڈھانپنا بھی ضروری ہے[16]

اس بحث میں لونڈی کی ران کا حکم مقیس علیہ ہے۔ مرد کی ران کا حکم مقیس ہے جبکہ ستر دونوں کے درمیان علت مشترکہ ہے اور اشتراک علت کی وجہ سے ستر کا لزوم حکم ہو گا۔

کیا قے کے آنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

بعض فقہاء کے نزدیک قے آنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے جبکہ بعض دیگر حضرات کے نزدیک قے آنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا فقہاء احناف کی یہی رائے ہے۔

امام ابو جعفر طحاوی فریقین کے نقلی دلائل بیان کرنے کے بعد اپنے مؤقف کی تائید میں درج ذیل قیاس پیش کرتے ہیں۔

”قے کا حکم، خون کی مانند ہے۔ جو حضرات قے آنے سے روزہ ٹوٹنے کے قائل ہیں ان کے نزدیک خون نکلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، لہٰذا خون کی طرح قے کے خروج کی وجہ سے بھی روزہ نہیں ٹوٹنا چاہیے“[17]

اس بحث میں خون نکلنے کا حکم مقیس علیہ ہے جبکہ قے آنے کا حکم مقیس ہے۔ خروج علت مشترکہ ہے اور

اشتراک علت کے باعث عدمِ فساد صوم حکم ہے۔

نفلی روزہ توڑنے کی قضاء

بعض فقہاء اس بات کے قائل ہیں کہ اگر کوئی شخص نفلی روزہ رکھ کر توڑ دے تو اس پر اس کی قضاء واجب نہیں ہو گی۔ جبکہ بعض دیگر حضرات کے نزدیک اس پر قضاء واجب ہو گی، فقہائے احناف کی یہی رائے ہے۔

امام ابو جعفر طحاوی اس بارے میں فریقین کے نقلی دلائل نقل کرنے کے بعد قیاس کے ذریعے اپنے مؤقف کی تائید کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں "اس سلسلے میں قیاس یہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں بعض امور ایسے ہیں جو بندے کے اپنے اوپر واجب کرنے سے واجب ہو جاتے ہیں ان میں سے نماز، صدقہ، روزہ، حج اور عمرہ ہیں تو جو شخص ان میں سے کسی چیز کو اپنے اوپر لازم کرتے ہوئے کہے مجھ پر اللہ کے لیے فلاں فلاں کام ہیں تو اس پر پورا کرنا واجب ہے اور بعض ایسے امور ہیں جو بندوں کے شروع کرنے سے واجب ہوتے ہیں مثلاً نماز، روزہ اور حج پس جو شخص حج یا عمرہ شروع کرنے کے بعد ان کو توڑنے اور ان سے باہر آنے کا ارادہ کرے تو اسے اس بات کا حق نہیں اور اس کام کو شروع کرنے سے وہ اس آدمی کے حکم میں ہو جاتا ہے جو کہتا ہے اللہ کے لیے مجھ پر حج ہے اور وہ اس پر لازم ہو جاتا ہے۔

اگر کوئی شخص کہے کہ ہم ان دو کاموں (حج اور عمرہ) سے نکلنے سے اس لیے منع کرتے ہیں کہ انہیں مکمل کیے بغیر ان سے باہر نہیں آسکتا جبکہ نماز اور روزے کی یہ صورت نہیں کیونکہ وہ بعض اوقات باطل ہو جاتے ہیں اور کھانے پینے اور جماع کی وجہ سے وہ ان سے خارج ہو جاتا ہے[18] اس شخص کو جواباً کہا جائے گا کہ اگرچہ حج اور عمرے کی وہی صورت ہے جو تم نے ذکر کی لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ تمہارے خیال میں جو شخص ان میں مباشرت کرے اس پر ان کی قضا لازم ہے اور قضاء کو وہ تب شروع کرتا ہے جب وہ ان (کو توڑ کر ان) سے نکل جاتا ہے تو تم نے ان دونوں کو توڑنے کے باعث اس شخص پر قضاء کو لازم قرار دیا وہ چاہے یا نہ چاہے، تو اب جسے قضاء کر رہا ہے یہ اس عمل کا بدل ہے جو شروع کرنے سے اس پر واجب ہوا یہ نہیں کہ وہ پہلے سے اس پر واجب تھا (محض زبانی طور پر کہنے سے) اگر احرام باندھنے کے بعد اس پر حج اور عمرہ واجب ہوئے اور ان سے علیحدہ نہ ہونے کا سبب وہی ہے جو تم نے ذکر کیا کہ وہ انہیں چھوڑ نہیں سکتا اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو اس کے لیے ان سے فراغت جائز تھی جیسے وہ نماز، روزے اور دیگر اعمال کو چھوڑ سکتا ہے تو اس صورت میں اس پر ان کی قضا واجب نہ ہو گی کیونکہ وہ اس (قضاء) کو شروع کرنے پر قادر نہیں، تو جب یہ (عدم قدرت) وجوبِ قضاء کو باطل نہیں کرتی اور وہ اس سلسلے میں اس شخص کی طرح ہے جس کے ذمہ ایسے حج کی قضاء ہو جسے اس نے خود اپنی زبان سے اپنے اوپر لازم کیا تو قیاس کا یہی تقاضا ہے کہ جو شخص نماز اور روزے کو شروع کرے اور یوں وہ انہیں شروع کر کے رضائے الٰہی کے لیے

اپنے اوپر لازم کر دے پھر انہیں چھوڑ دے تو قضا لازم ہو گی۔ نیز اس شخص سے کہا جائے گا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ عمرہ ان کاموں میں سے ہے جسے ہمارے اور تمہارے (سب کے) نزدیک شروع کرنے کے بعد چھوڑنا جائز ہے سرکار دو عالم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا عمرہ چھوڑ کر حج کا احرام باندھو تو آپ کے اس ارشادِ گرامی کے مطابق یہ عملِ سنت سے ثابت ہے ہم اس روایت کو اس کی سند کے ساتھ اپنے مقام پر ذکر کریں گے پس ایسا نہیں ہے کہ جو شخص عمرہ کرے پھر اسے چھوڑنے پر قادر ہو اور چھوڑ بھی دے تو اس پر قضا واجب نہ ہو اور جو شخص وجوب کے بغیر شروع کرے تو وہ اسے مکمل کیے بغیر بلا عذر نہیں چھوڑ سکتا اگر کسی عذر سے یا بلا عذر چھوڑ دے تو اس کے ذمہ قضاء ہے تو قیاس کے مطابق نماز اور روزے کا بھی یہی حکم ہے جو شخص انہیں شروع کر دے اس کے لیے بلا عذر چھوڑنا جائز نہیں اور اگر کسی عذر سے یا بغیر عذر چھوڑ دے تو اس پر قضاء لازم ہو گی"[19]

اس بحث میں نماز، روزہ، حج، زکوۃ اور عمرہ کا نذر کے ذریعے واجب ہونے کا حکم مقیس علیہ ہے جبکہ نذر کے ذریعے واجب ہونے والے امر کو توڑنے پر قضاء کے لزوم کا حکم مقیس ہے۔ نذر ہونا، دونوں کے درمیان علت مشترکہ ہے جبکہ ادائیگی کا وجوب حکم ہے۔

روزے دار کا اپنی بیوی کا بوسہ لینا

بعض فقہاء کے نزدیک روزے کی حالت میں بیوی کا بوسہ لینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ جبکہ بعض دیگر فقہاء کے نزدیک ایسا کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ آئمہ احناف کی یہی رائے ہے۔

امام ابو جعفر طحاوی فریقین کے دلائل ذکر کرنے کے بعد اپنے مؤقف کی تائید میں قیاس کے ذریعے دلیل پیش کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں رسول اکرم ﷺ سے تواتر کے ساتھ مروی ہے کہ آپ روزے کی حالت میں بوسہ لیتے تھے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ بوسہ لینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

اگر کوئی شخص کہے کہ یہ بات رسول اکرم ﷺ سے مخصوص ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تم میں سے کون رسول اکرم ﷺ کی نسبت اپنے نفس پر زیادہ کنٹرول رکھتا ہے۔ اسے (جواباً) کہا جائے گا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ انہیں (ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) اور دیگر صحابہ کرام کو اپنے نفسوں پر وہ کنٹرول حاصل نہیں جو سرکار دو عالم ﷺ کو اپنے نفس پر حاصل تھا۔ کیونکہ آپ محفوظ تھے۔ اس بات پر دلیل کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک بوسہ لینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا وہ روایت ہے جو ہم نے ان سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا جہاں تک تمہارا تعلق ہے تو بوڑھے کمزور کے لیے کوئی حرج نہیں آپ کی مراد یہ ہے کہ جس شخص کو شہوت کا ڈر نہ ہو۔ تو یہ اس بات پر دلالت ہے

کہ جسے روزے کی حالت میں بوسہ لینے سے کسی دوسری بات کا ڈر نہ ہو اور وہ بے خوف ہو تو اس کے لیے یہ جائز ہے اور ہم نے بعض احادیث میں ان سے روایت کیا کہ ان سے روزے دار کے بوسہ لینے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ رسول کریم ﷺ روزے کی حالت میں بوسہ لیتے تھے پس اگر رسول اکرم ﷺ کے لیے اس بات کا حکم دوسروں کے حکم سے مختلف ہوتا تو آپ عام لوگوں کے بارے میں سوال کا جواب وہ نہ دیتیں جو آپ نے سرکار دو عالم ﷺ کے عمل سے جانا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو کے والد نے جب رمضان المبارک میں ان کے لیے ان کے اہلِ خانہ کو ایک جگہ جمع کیا تو انہوں نے بھی یہی سوال کیا تھا تو ام المؤمنین نے فرمایا رسول اکرم ﷺ یہ عمل کرتے تھے۔ ہمارے نزدیک اس کی تاویل یہ ہے کہ وہ آپ کی طرف سے مطمئن تھیں۔ تو جو کچھ ہم نے ذکر کیا وہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بوسہ لینے کے سلسلے میں سرکار دو عالم ﷺ اور عام لوگوں کا حکم ایک جیسا ہے جبکہ اسے اس بات کا خوف نہ ہو جس کی طرف بوسہ دعوت دیتا ہے۔ (یعنی جماع) قیاس کا بھی یہی تقاضا ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں روزے کی حالت میں سرکار دو عالم ﷺ پر کھانا، پینا اور جماع اسی طرح حرام تھا جس طرح باقی لوگوں پر حرام تھا پھر رسول اکرم ﷺ کے لیے حالتِ روزہ میں بوسہ لینا جائز تھا تو قیاس کا تقاضا ہے کہ دوسروں کے لیے بھی روزے کی حالت میں یہ جائز ہو تو باقی اُمور کی طرح یہ حکم بھی سرکار دو عالم ﷺ اور آپ کی امت کے لیے برابر ہے"[20]

اس بحث میں نبی اکرم ﷺ کا عمل مبارک مقیس علیہ ہے، عام مسلمانوں کا عمل مقیس ہے جبکہ عمل کی یکسانیت علت مشترکہ ہے اور اشتراک علت کی وجہ سے دونوں پر جواز کا حکم عائد کیا جائے گا۔

عورت کا ولی کے بغیر نکاح

عورت اپنا نکاح ولی کے بغیر کر سکتی ہے یا نہیں امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف یہ ہے کہ عورت اپنا نکاح ولی کے بغیر کر سکتی ہے۔ اس مسئلہ میں اپنے موقف کو قیاس کے ذریعے ثابت کرتے ہوئے امام طحاوی فرماتے ہیں کہ عورت کے بالغ ہونے سے پہلے اس کے ولی کو اس کے مال اور بضع میں ولایت حاصل ہوتی ہے اور عقد کا اختیار بھی مکمل طور پر اس کے باپ (ولی) کو حاصل ہوتا ہے اس (عورت) کو نہیں ہوتا۔ اس سلسلے میں تمام امور کا حکم ایک ہی ہوتا ہے اس میں اختلاف نہیں ہے بلکہ سب کا اتفاق ہے لیکن جب وہ بالغ ہو جائے تو بالاتفاق اس کے مال سے اس کے باپ (ولی) کا اختیار ختم ہو جاتا ہے اور اس کے مال کا عقد جو بچپن کی وجہ سے باپ کے ہاتھ میں تھا اب اس (عورت) کی طرف لوٹ آتا ہے، قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے عقد بضع کا حکم بھی اسی طرح ہو کہ اس کے بالغ ہونے کے بعد باپ کے ہاتھ سے نکل کر اس لڑکی کی طرف لوٹ جائے اور اس کے بالغ ہونے کے بعد اس کے مال اور بضع کا حکم ایک جیسا ہو۔ جیسا کہ بالغ ہونے سے پہلے ان دونوں کا حکم ایک جیسا تھا"[21]

اس مسئلہ میں امام طحاوی رحمہ اللہ نے عقد مال کو مقیس علیہ، عقد بضع کو مقیس اور بلوغت کو علت قرار دیتے ہوئے عقد بضع کے اختیار کا حکم لگایا ہے

کیا مسلمان مرتد کا وارث ہو سکتا ہے؟

اہل علم کے درمیان اس بارے میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے کہ کیا کوئی مسلمان کسی مرتد کی وراثت کا حقدار ہو سکتا ہے؟ بعض فقہاء اس بات کے قائل ہیں کہ کوئی مسلمان کسی مرتد کا وراث نہیں بن سکتا۔ یہ حضرات قیاس پر عمل کرتے ہیں کہ جس طرح مرتد شخص کسی مسلمان کا وارث نہیں بن سکتا اسی طرح کوئی مسلمان بھی کسی مرتد کا وارث نہیں بن سکتا۔

امام ابو جعفر طحاوی اس قیاس کی تغلیط کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ وارث اور مورث کا حکم دونوں صورتوں میں یکساں ہو۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے کسی عمل کی بدولت کسی شخص کا وارث بننے کا حق کھو دے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اس کا وارث نہیں بن سکتا"[22] اس سلسلے میں امام طحاوی قیاس کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مرتد کے ارتداد سے پہلے اس کا خون اور مال محفوظ ہوتا ہے جبکہ ارتداد کے بعد مباح ہو جاتا ہے لیکن مال بدستور محفوظ رہتا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ مرتد کے خون اور مال کا حکم دیگر کفار کے حکم سے مختلف ہے کیونکہ حربی کافروں کی جان اور ان کے مال کا حکم ایک جیسا ہے یعنی وہ دونوں مباح ہیں۔ اس لئے جب مرتد کا مال کفر کی وجہ سے حلال نہیں ہوتا تو قتل کی وجہ سے مباح نہیں ہونا چاہیے۔

دوسرا قیاس یہ ہے کہ تمام فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حربی کافر کو قتل نہ بھی کیا جائے تب بھی اس کا مال، مالِ غنیمت ہونے کی وجہ سے حلال ہو جاتا ہے لیکن مرتد کا مال ارتداد کی وجہ سے حلال نہیں ہوتا۔ اب یہاں دو صورتیں ممکن ہیں یا تو اسکے وارث تمام مسلمان ہوں گے اگر تمام مسلمانوں کو اس کا وارث قرار دیا جائے تو یہ حربی کافروں کے مال غنیمت کی طرح ہو جائے گا جو درست نہیں ہے۔ نتیجتاً ایک ہی صورت باقی رہ جاتی ہے اور وہ یہ کہ مرتد کے وارث وہی لوگ ہوں گے جو حالت اسلام میں اس کے وارث ہو سکتے تھے"[23]

بیع میں غیر متعلقہ شرط لگانا

ایک شخص ایک مخصوص قیمت کے عوض کوئی چیز فروخت کرتا ہے۔ کیا اس سودے کے دوران فروخت کی جانے والی چیز کے بارے میں فروخت کرنے والا شخص کوئی شرط عائد کر سکتا ہے یا نہیں۔ مثال کے طور پر ایک شخص نے ایک گھوڑا فروخت کیا اور یہ شرط عائد کی کہ سودا ہو جانے کے بعد میں فلاں مقام تک اس پر سواری

کروں گا اور پھر اسے تمہارے حوالے کرونگا۔ ایسی شرط کے درست ہونے کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔اس بارے میں فقہاء کے تین اقوال ہیں۔

1۔ یہ سودا اور شرط دونوں جائز ہیں۔

2۔ یہ سودا جائز ہے البتہ یہ شرط باطل تصور ہو گی اور خریدار اس شرط کو پورا کرنے کا پابند نہیں ہو گا۔

۳۔ یہ سودا سرے سے منعقد ہی نہیں ہو گا۔

احناف تیسرے نقطہ نظر کے قائل ہیں۔امام ابو جعفر طحاوی نبی اکرم ﷺ سے منقول روایات کے ذریعے احناف کے مؤقف کی تائید کرنے کے بعد قیاس کے ذریعے حنفی مسلک کی تائید میں درج ذیل دلیل پیش کرتے ہیں۔

تمام فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ کسی بھی سودے کے دوران صحیح شرط عائد کرنا جائز ہے۔ صحیح شرط کی مثال یہ ہو گی کہ خریدار یا فروخت کنندہ دونوں میں سے کوئی ایک اپنے لیے اختیار مخصوص کر لے یا معاوضے کی ادائیگی کے لیے مخصوص وقت کا تعین کر لیا جائے۔

اسی طرح تمام فقہاء اس بات پر بھی متفق ہیں کہ سودے کے دوران عائد کی جانے والی شرط اگر متعین ہو گی تو یہ شرط عائد کرنا درست ہو گا لیکن اگر یہ شرط مجہول ہو تو بیع فاسد ہو جائے گی کیونکہ مجہول شرط فاسد ہے اور شرط کے فساد کی وجہ سے بیع کے فساد کا حکم جاری کر دیا جائے گا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ شرط کا فساد بیع کے فساد میں مؤثر ہوتا ہے۔ اگر شرط صحیح ہو گی تو بیع بھی صحیح ہو گی اور اگر شرط فاسد ہو گی تو بیع بھی فاسد شمار ہو گی۔ لہٰذا مذکورہ بالا مثال میں کیونکہ شرط فاسد ہے اس لیے بیع بھی فاسد شمار ہو گی[24]

مؤلف (مقالہ نگار) عرض پرداز ہے کہ امام طحاوی کے ذکر کردہ قیاس پر یہ اشکال وارد ہو گا کہ انہوں نے جس قیاس کو بیان کیا ہے یہ اس شخص کے خلاف درست ہو گا جو مذکورہ بالا مثال میں سودے کے جواز اور شرط کے باطل ہونے کا قائل ہو لیکن جو حضرات سودے کے ساتھ ساتھ شرط کو بھی جائز قرار دیتے ہیں ان کے خلاف اس قیاس میں کوئی دلیل موجود نہیں ہے کیونکہ مذکورہ بالا قیاس میں شرط کے باطل ہونے کی دلیل امام طحاوی نے بطور قیاس بیان نہیں کی۔

مکہ مکرمہ کی سرزمین کرائے پر دینا یا فروخت کرنا

اس بارے میں فقہاء کے درمیان اختلافِ رائے پایا جاتا ہے کہ کیا مکہ کی زمین کرائے پر دی جا سکتی ہے یا فروخت کی جا سکتی ہے کہ نہیں۔ امام اعظم اور امام محمد کے نزدیک مکہ مکرمہ کی زمین کو کرائے پر دینا یا فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔ جبکہ قاضی ابو یوسف کے نزدیک ایسا کرنا جائز ہے۔

امام ابو جعفر طحاوی فریقین کے نقلی دلائل نقل کرنے کے بعد قیاس کے ذریعے امام ابو یوسف کے مؤقف کی تائید میں درج ذیل دلیل پیش کرتے ہیں۔ میدان عرفات، مسجد حرام اور منیٰ ایسے مقامات ہیں جہاں سب کا حق برابر ہے اور ان جگہوں پر کوئی بھی شخص اپنی ذاتی عمارت تعمیر نہیں کر سکتا۔ اس پر سب کا اتفاق ہے۔ مذکورہ بالا مقامات کے سوا پورے مکہ شہر میں مکانات تعمیر کرنا تمام فقہاء کے نزدیک جائز ہے۔ جیسا کہ روایات سے ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر یہ اعلان عام فرمایا تھا جو شخص ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا اسے امن حاصل ہو گا۔ جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے گا وہ بھی مامون ہو گا۔

حضرت ابو سفیان کے گھر کو ان کی نسبت سے ذکر کرنا یا لوگوں کے گھروں کی نسبت ان کی طرف کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ مکہ مکرمہ کی زمین اور جائیداد میں ملکیت کے احکام جاری ہوتے ہیں اور جس چیز میں ملکیت کے احکام جاری ہوں اس کی خرید و فروخت شرعاً جائز ہے[25]

اس بحث میں امام طحاوی مکہ مکرمہ کی زمین کی خرید و فروخت کے مسئلے کو سرزمین مکہ کی ملکیت کے مسئلے پر قیاس کرتے ہیں کیونکہ خرید و فروخت در حقیقت ایک شے کا ایک شخص کی ملکیت سے خارج ہو کر دوسرے کی ملکیت میں چلے جانا ہے گویا سرزمینِ مکہ کی خرید و فروخت کا مسئلہ مقیس ہے۔ جبکہ سرزمین مکہ کی ملکیت کا جائز ہونا مقیس علیہ ہے۔ دونوں کے درمیان علت مشترکہ ملکیت کے احکام کا جاری ہونا ہے۔ جبکہ اشتراک علت کی وجہ سے مقیس علیہ کی طرح مقیس پر بھی جواز کا حکم جاری کیا گیا ہے۔ لہذا مکہ کی زمین کرائے پر دینا یا فروخت کرنا جائز ہے۔

کتّے کی خرید و فروخت کرنا

فقہاء کے درمیان اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض فقہاء کے نزدیک یہ جائز ہے اور بعض دیگر فقہاء کے نزدیک ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ احناف اس بات کے قائل ہیں کہ کتّے کی خرید و فروخت جائز ہے اور اس کی قیمت حلال ہے۔

امام ابو جعفر طحاوی فریقین کے نقلی دلائل نقل کرنے کے بعد قیاس کے ذریعے احناف کے مسلک کی تائید اس طرح کرتے ہیں کہ جس چیز سے نفع اٹھانا جائز ہو، اس کی قیمت وصول کرنا بھی جائز ہے۔ جیسے پالتو گدھوں کا گوشت کھانا حرام ہے لیکن کیونکہ ان سے دیگر منافع حاصل کیے جا سکتے ہیں اس لیے انہیں فروخت کرنا اور قیمت استعمال کرنا جائز ہے۔ چونکہ کتوں سے بھی رکھوالی وغیرہ جیسے منافع حاصل کیے جا سکتے ہیں اس لیے پالتو گدھوں کی طرح ان کی خرید و فروخت بھی جائز ہونا چاہیے[26] اس بحث میں گدھوں کی فروخت مقیس علیہ ہے۔ جبکہ کتوں کی فروخت کا مسئلہ مقیس ہے۔ دونوں کے درمیان علت مشترکہ یہ ہے کہ دونوں سے نفع کا حصول جائز ہے۔ لہذا

علت مشترکہ کی بنیاد پر مقیس علیہ کا حکم مقیس پر جاری کرتے ہوئے کتوں کی فروخت کو بھی جائز قرار دیا جائے گا۔

مردہ جانور کا چمڑہ پاک ہے یا نہیں؟

اس بارے میں فقہاء کے درمیان اختلافِ رائے پایا جاتا ہے کہ کیا مردہ جانور کا چمڑہ دباغت کے بعد پاک ہوتا ہے کہ نہیں؟ بعض فقہاء کے نزدیک یہ چمڑہ دباغت کے باوجود پاک نہیں ہوتا جبکہ بعض دیگر حضرات کے نزدیک دباغت کے بعد چمڑہ پاک ہو جاتا ہے اور اسے فروخت کرنا اس سے نفع حاصل کرنا اور اس پر نماز ادا کرنا جائز ہے۔ امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کی یہی رائے ہے۔

امام ابو جعفر طحاوی فریقین کے نقلی دلائل بیان کرنے کے بعد قیاس کے ذریعے احناف کے مؤقف کو تقویت دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں "یہ بات طے ہے کہ ایک ہی چیز کا حکم اس کے اوصاف بدلنے سے مختلف ہو جاتا ہے۔ جیسے کسی پھل کی نبیذ میں جب تک خمر کے آثار پیدا نہ ہوں اس وقت تک اس نبیذ کو پینا جائز ہے۔ جب وہ شراب بن جائے گی تو اسے پینا حرام ہو جائے گا اور اگر اس شراب کو سرکہ بنالیا جائے تو اس کا استعمال دوبارہ جائز ہو جائے گا۔ اسی طرح دباغت سے پہلے چمڑے کا استعمال جائز نہیں تھا لیکن دباغت کے بعد جائز ہو جائے گا"[27]

اس مثال میں نبیذ، شراب اور سرکے کا حکم مقیس علیہ ہے جبکہ دباغت کا حکم مقیس ہے۔ دونوں کے درمیان علّت مشترکہ یہ ہے کہ وصف کی تبدیلی سے حکم تبدیل ہو جاتا ہے اور اسی اشتراک علت کی وجہ سے دونوں پر جواز کا حکم جاری کر دیا جائے گا۔

امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ احناف کے مسلک کی تائید میں دوسری دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ علیہم اجمعین مردار کے چمڑے کے جوتے زمانہ جاہلیت میں پہنا کرتے تھے لیکن نبی اکرم ﷺ نے کبھی بھی ان جوتوں کے استعمال سے منع نہیں فرمایا۔

کیا حکمران زکوۃ کی وصولی کر سکتا ہے یا نہیں؟

بعض فقہاء کے نزدیک حاکم وقت کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ زکوۃ کی وصولی کے لیے کسی عہدے دار کا تقرر کرے۔ البتہ مسلمانوں کو اس بات کا اختیار ہے کہ اگر وہ مناسب سمجھیں تو زکوۃ بیت المال میں جمع کروائیں۔ گویا اگر لوگوں کی مرضی نہ ہو تو ان کی مرضی کے خلاف حاکم ان سے زبردستی زکوۃ وصول نہیں کر سکتا جبکہ بعض دیگر فقہاء کے نزدیک حاکمِ وقت رعایا کی مرضی کے بغیر بھی ان سے زکوۃ وصول کر سکتا ہے اور زکوۃ کی ادائیگی کے لیے کسی عہدیدار کا تقرر کر سکتا ہے۔ امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کی یہی رائے ہے۔ امام ابو جعفر

طحاوی فریقین کے نقلی دلائل اور ان پر نقد و تبصرہ کے بعد قیاس کے ذریعے احناف کے مؤقف کی تائید کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں ”حکمران کو جانوروں اور پھلوں کی زکوٰۃ وصول کرنے کا اختیار ہے۔ لہٰذا ان دونوں کی طرح دیگر اموال یعنی سونا، چاندی، اور مالِ تجارت میں سے بھی زکوٰۃ کی وصولی کا اختیار ہونا چاہیے“ [28]

اس بحث میں پھلوں اور جانوروں کی زکوٰۃ کی وصولی کا حکم مقیس علیہ ہے جبکہ سونا، چاندی اور اموال تجارت کی زکوۃ کی وصولی کا حکم مقیس ہے۔ مال زکوٰۃ ہونا دونوں کے درمیان علت مشترکہ ہے اور اشتراک علت کی وجہ سے حاکم کا زبردستی زکوۃ وصول کرنا حکم ہے۔

صدقہ فطر میں گندم کی مقدار

صدقہ فطر ادا کرتے ہوئے کتنی مقدار میں گندم دی جائے اس بارے میں بعض فقہاء کے نزدیک دیگر تمام اجناس کی طرح گندم بھی ایک صاع کے برابر ادا کرنا ضروری ہے جبکہ بعض اہل علم کے نزدیک دیگر اجناس میں ایک صاع اور گندم میں نصف صاع کی ادائیگی لازم ہے۔

امام ابو جعفر طحاوی فریقین کے نقلی دلائل نقل کرنے کے بعد قیاس کے ذریعے اپنے مؤقف کی تائید میں دلیل پیش کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں ”اس بات پر اجماع ہے کہ جو اور کھجوروں سے ایک صاع صدقہ فطر ہے پھر ہم نے ان امور میں گندم کا حکم معلوم کیا جن میں کھجوریں اور جَو دیے جاتے ہیں کہ وہ کیا ہے؟ تو ہم نے دیکھا کہ قسموں کے کفارے میں ان ہی اجناس سے کھانا دینے پر اجماع ہے پھر اس کی مقدار میں اختلاف ہے۔ ایک جماعت کہتی ہے کھجوروں اور جو سے اس کی مقدار نصف ہے اور گندم سے اس کا نصف یعنی ایک مد ہے۔ دوسرے حضرات کہتے ہیں گندم سے نصف صاع ہے اور باقی اجناس سے ایک صاع ہے ان تمام نے کھجوروں اور جَو کو گندم کے مقابلے میں دوگنا مقرر کیا ہے تو قیاس کا تقاضا ہے کہ جب صدقہ فطر کھجوروں اور جو سے ایک صاع ہے تو گندم اس کا نصف ہو اور وہ نصف صاع ہے اس باب میں قیاس یہی ہے "[29] اس مثال میں قسم کے کفّارے کی مقدار مقیس علیہ ہے صدقہ فطر کی مقدار مقیس ہے۔ ادائیگی کا لزوم علت مشترکہ ہے اور اشتراک علت کی وجہ سے مخصوص مقدار کا لازم ہونا حکم ہے۔

سورہ نجم میں سجدہ تلاوت ہے

سورۃ نجم میں سجدہ تلاوت کے بارے میں امام طحاوی رحمہ اللہ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ اس سورہ میں سجدہ تلاوت کی نفی کرنے والی روایات مختلف احتمالات رکھتی ہیں لہٰذا انہوں نے ان احتمالات کا ذکر کیا ہے اور پھر ایسی روایات ذکر کی ہیں جن میں یہ واضح ہوتا ہے کہ سورہ نجم میں سجدہ تلاوت ہے اور اس حوالے سے ایک نقطہ نظر یہ بھی

بیان کرتے ہیں کہ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ مفصل سورتوں میں سجدہ تلاوت مکہ مکرمہ میں کیا جاتا تھا مگر مدینہ منورہ میں نہیں کیا جاتا تھا اس پر امام طحاوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کا حوالہ دیتے ہیں کہ جس میں سجدہ تلاوت کا ثبوت ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات مدینہ منورہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال سے تین سال پہلے ہوئی۔ اس سے پتہ چلا کہ مفصل سورتوں میں سجدہ تلاوت صرف مکہ میں نہیں بلکہ مدینہ منورہ میں بھی ہوتا تھا پھر اس پر امام طحاوی متعدد روایات ذکر کرتے ہیں اور اس بات کو واضح کرتے ہیں کہ مفصل سورتوں میں سجدہ تلاوت موجود ہے فرماتے ہیں۔ **وھو قول ابی حنیفه و ابی یوسف و محمد رحمھم الله تعالی**[30] یہی موقف حضرت امام ابو حنیفہ، ابویوسف اور امام محمد رحمھم اللہ کا ہے۔

البتہ امام طحاوی قیاس اور نظر کو بیان کرتے ہوئے اس سے متضاد موقف رکھتے ہیں اور فرماتے ہیں متفق علیہ سجدے دس مقامات پر ہیں اور ان مقامات پر غور کریں تو پتہ چلتا ہے کہ ان میں جہاں امر کی بجائے خبر دی گئی ہے وہاں سجدہ ہے امر چونکہ تعلیم کے لئے ہے وہاں سجدہ نہیں ہے۔ جب ہم اختلاف والی جگہوں پر غور کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں وہاں جو آیت ہے وہ امر پر مشتمل ہے یا خبر پر تو سورۃ نجم والی آیت امر پر مشتمل ہے خبر پر نہیں۔ {فَاسْجُدُوا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوا}[31] تو نظر اور قیاس کو دیکھا جائے تو اس جگہ سجدہ نہیں بنتا[32]

اس عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ امام طحاوی باوجود حنفی ہونے کے بعض مقامات پر احادیث اور روایات کے مطابق مسئلہ کی وضاحت کرتے ہیں اور امام ابو حنیفہ اور صاحبین کے قول کے مطابق نتیجہ نکالتے ہیں اور اگر اس مسئلہ میں قیاس اور نظر مختلف حکم لگائے تو اس کو بھی بیان کر دیتے ہیں اور اپنا نقطہ نظر واضح کر دیتے ہیں۔

نتیجہ بحث

اس بحث کا نتیجہ یہ ہے کہ امام طحاوی رحمہ اللہ تعارض پر مبنی روایات پر نقلی بحث کرنے کے بعد جہاں ممکن ہوتا ہے قیاس کے ذریعے ایک مؤقف کی تائید کرتے ہیں اور قیاس کو استعمال کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں اس حد تک غیر جانبداری کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ بعض اوقات امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مؤقف کی تائید کرنے کی بجائے ان کے مؤقف کے خلاف اگر قیاس ہو تو اسے بھی بیان کر دیتے ہیں بلکہ احناف کے خلاف بھی قیاس کو ذکر کر دیتے ہیں جیسا کہ سورۃ نجم میں سجدہ تلاوت کے ہونے کے حوالے سے قیاس احناف کے موقف کے خلاف ہونے کے باوجود بیان کیا ہے۔ بعض اوقات امام طحاوی رحمہ اللہ کسی مسئلہ میں موجود مختلف احتمالات کا ذکر کر کے ان میں راجح احتمال کو بیان کرتے ہیں اور نقلی دلائل کو ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ قیاس کرتے ہوئے اس کی تائید کرتے ہیں۔ امام طحاوی رحمہ اللہ اختلافی مسائل کو قیاس کے ذریعے جس مہارت کے ساتھ ختم کرنے کی کوشش کی ہے

اس کی مثال ہمیں کہیں اور نظر نہیں آتی۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ امام طحاوی رحمہ اللہ قیاس کا بیان ایک اضافی حیثیت سے کرتے ہیں اصل بحث نقلی دلائل کو بیان کرتے ہوئے مسئلہ کی وضاحت کرتے ہیں۔

سفارشات:

☆امام طحاوی رحمہ اللہ کے کام کو متعارف کرانے کے لئے قیاس کے اسلوب پر ایم فل سطح پر کام کر وایا جاسکتا ہے۔

☆امام طحاوی کی کتب کا اردو ترجمہ کروانے کی ضرورت ہے

☆امام طحاوی کا فقہ حنفی میں جو کام ہے اس پر قیاس کے علاوہ ترجیح کے اصولوں پر بھی کام کیا جائے تو یہ ایک اہم خدمت ہو گی۔

☆ قیاس کے اصولوں کو نئے پیش آمدہ مسائل کو حل کرنے کے لئے کس طرح استعمال کیا جاسکتا ہے اس پر بھی کام کروایا جاسکتا ہے۔

☆امام شافعی اور طحاوی کے قیاس کے بارے اسلوب پر بھی کام کروانے کی ضرورت ہے۔

References

-1 التھانوی، قاضی محمد اعلی، **"کشاف اصطلاحات الفنون"**، سہیل اکیڈیمی، لاہور، ت ن، 2/ 1189

Qāzī Muḥammad A'lā, Thānwī, *Kashāf Iṣṭelaḥāt-al-fanoon,* Sohail Academy, Lahore, Vol. 2, P. 1189

-2 الزبیدی، مرتضی **"تاج العروس"**، دار الفکر، بیروت، ت ن، 28/ 435

Al-Zubaidī, Murtadhā, *Tāj-al-U`roos,* Dār-al-Fikr, Beirūt, no year, Vol. 28, P. 435

-3 التھانوی، قاضی محمد اعلی، **"کشاف اصطلاحات الفنون"**، 2/1189

Qāzī Muḥammad A'lā, Thānwī, *Kashāf Iṣṭelaḥāt-al-fanoon,* Vol. 2, P. 1189

-4 ان کا پورا نام عبد اللہ بن أحمد بن محمد بن قدامۃ موفق الدین الدمشقی الحنبلي المقدسی ہے ان کی تصنیفات ستر سے زائد ہیں جن میں سے المغنی فی الفقہ اور روضۃ الناظر فی أصول الفقہ معروف ہیں، انکی پیدائش 541ھ میں ہوئی اور وفات 620ھ میں۔ (البدایہ النھایہ 14/ 210؛ شذرات الذھب 7/ 155؛ الأعلام 4/ 67)

(*Al-Bidāya wa-Nihāya*, Vol. 14, P.210, ; *Shazrāt-al-Zahab*, Vol. 7, P. 155 ; *Al-a`lām*, Vol. 4, P. 67)

-5 ڈاکٹر عبد الکریم بن علی، **"شرح روضۃ الناظر"**، 4/ 2113

Dr. Abdul kareem bin Ali, *Sharah Roudhat-Nāẓir*, Dār al-Fikr, Beirūt, Vol. 4, P. 2113

-6 التھانوی، قاضی محمد اعلی، **"کشاف اصطلاحات الفنون"**، 2/1195

Qāzī Muhammad A'lā, Thānwī, *Kashāf Iṣṭelaḥāt -al-fanoon,* Vol. 2, P. 1195

-7 ان نام عبد اللہ، والد کا نام مسعود، دادا کا نام محمود، انہی (دادا) کا لقب صدر الشریعہ الاکبر تھا اور ان کا صدر الشریعہ الاصغر کے لقب سے مشہور ہوئے (عمر رضا کحالہ، **معجم المؤلفین**، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 5/ 246)

Umar Razā Kohālah, *Mo`jam-al-Moallfiīn,* Dār Ihyā aturāth al-Arbī, Beirūt, Vol. 5, P. 246

-8 صدر الشریعہ، عبید اللہ بن مسعود، **"التلویح علی التوضیح"**، مکتبہ الصبیح، مصر، 2/ 52

Ṣadar-ul-Shariah, Ubaidullah bin Masood, al-Talwiḥ alā-al-Toudhiḥ, Maktaba al-Ṣabiḥ, Egypt, Vol. 2, P. 52

-9 التھانوی، قاضی محمد اعلی، **"کشاف اصطلاحات الفنون"**، 2/1196

Qāzī Muḥammad A'lā, Thānwī, *Kashāf Iṣṭelaḥāt-al-fanoon,* Vol. 2, P. 1196

-10 آمدی، سیف الدین "الاحکام"، 3/ 63 صدر الشریعہ، **"التلویح علی التوضیح"**، 2/82

Āmdī, Saif-ud-Din, *Al-Aḥkām,* 3/63 : Ṣadar-ul-Shariah, Ubaidullah bin Masood, al-Talwiḥ alā-al-Toudhiḥ, Maktaba al-Ṣabiḥ, Egypt, Vol. 2, P. 82

-11 الاسراء 17 : 23

Al-Qura'n, 17:23

-12 التھانوی، قاضی محمد اعلی، **"کشاف اصطلاحات الفنون"**، 2/1196

Qāzī Muḥammad A'lā, Thānwī, *Kashāf Iṣṭelaḥāt-al-fanoon,* Vol. 2, P. 1196

-13 النساء 4 : 25

Al-Qura'n, 4:25

-14 آمدی، سیف الدین **"الاحکام"**، 3/ 63

Āmdī, Saif-ud-Din, *Al-Aḥkām,* Vol. 3, p. 63

-15 طحاوی، **"شرح معانی الآثار"**، کتاب الطھارۃ، باب فرض مسح الراس فی الوضوء، 1/ 28

Al-Ṭaḥāwī, *M'ānī al-Athār*, (Kitāb al-ṭaharah, bāb fardh mashu ar-ra's fil wudhu.), V. I, p. 28,

-16 ایضا، کتاب الصلاۃ، بَابُ الْفَخِذِ هَلْ هُوَ مِنَ الْعَوْرَةِ أَمْ لَا؟، 1/ 320 *Ibid*, 1: 320,

17- ایضا، کتاب الصیام، باب الصائم یقئی، 1/ 404 *Ibid*, 1: 404

18- ایضا، کتاب الصیام، باب الرجل یدخل فی الصیام تطوعا ثم یفطر، 1/411 *Ibid*, 1: 411

19- ایضا، کتاب الصیام، باب الرجل یدخل فی الصیام تطوعا ثم یفطر، 1/411 *Ibid*, 1: 411

20- ایضا، کتاب الصیام، باب القبلۃ للصائم، 1/399 *Ibid*, 1: 399

21- ایضا، کتاب النکاح، باب النکاح بغیر ولی عصبۃ، 2/ 9 *Ibid*, 2: 9

22- ایضا، کتاب السیر، باب میراث المرتد لمن ھو، 2/ 148 *Ibid*, 2:9

23- ایضا، کتاب السیر، باب میراث المرتد لمن ھو، 2/ 148 *Ibid*, 2:148

24- ایضا، کتاب البیوع، باب البیع یشترط فیہ شرط لیس منہ، 2/203 *Ibid*, 2:203

25- ایضا، کتاب البیوع، باب بیع ارض مکۃ واجارتھا، 2/ 206 *Ibid*, 2: 206

26- ایضا، کتاب البیوع، باب ثمن الکلب، 2/207 *Ibid*, 2: 207

27- ایضا، کتاب الصلوۃ، باب دباغۃ المیتۃ ھل یطھرھا ام لا، 1/ 315 *Ibid*, 1: 315

28- ایضا، کتاب الزکوۃ، باب الزکوۃ ھل یاخزھا الامام ام لا، 1/364 *Ibid*, 1: 364

29- ایضا، کتاب الجنائز، باب مقدار صدقۃ الفطر، 1/ 371 *Ibid*, 1: 371

30- ایضا، کتاب الصلاۃ، باب المفصل فیہ سجود ام لا، 1/354 *Ibid*, 1: 354

31- النجم 53: 62

Al-Qura'n, 53:62

32- طحاوی، "شرح معانی الآثار"، کتاب الصلاۃ، باب المفصل فیہ سجود ام لا، 1/354

Al-Ṭaḥāwī, *M'ānī al-Athār*, 1: 354

امام طحاوی کا قیاس کے ذریعے اختلافِ حدیث دور کرنے کا اسلوب

ڈاکٹر محمد وارث علی*

Abstract:

The issues that have not been clearly mentioned in the Qura'n and sunnah are resolved through reasoning (Qayās). So, a scholar has to derive the matters in the light of Qura'n and Sunnah using the reasoning. Abu Ja'far al-Ṭaḥāwī (239/321AH) was a great scholar of Ḥadīth and jurisprudence. In this article, his method of derivation of juristic matters through Qayās has been discussed with examples from his book *M'ānī al-Athār*. Al-Ṭaḥāwī has used analogy in support of the issues proved by the traditions. He has resolved the contradiction of Ḥadīth by using principles of preference, conformity and nullification. Sometimes, he explains and determines the meaning of text to resolve the problem regarding contradictory situation using Qayās. His expertise in this connection is worth reading. He uses reasoning as extra arguments.

Keywords: Ḥadīth, Contradiction, Jurisprudence, Reasoning, Qayās

تعارف:

امام طحاوی رحمہ اللہ(۲۳۹ھ تا۳۲۱ھ) چوتھی صدی ہجری کے اہل علم میں اہم مقام رکھتے ہیں انہوں نے حدیث کے ساتھ ساتھ فقہ پر بھی کام کیا ہے اور کئی مسائل میں اپنا اجتہاد بھی پیش کیا ہے۔ انکی حدیث میں معانی الآثار اور شرح مشکل الآثار، شہرہ آفاق تصانیف ہیں۔ جن میں انہوں نے ایسی احادیث کو موضوع بحث بنایا ہے جو تعارض پر مشتمل ہیں ان کے تعارض کو دور کرنے کے لئے جو اسلوب اختیار کیا ہے اس میں نسخ کا طریق سب سے پہلے اپنایا گیا ہے کہ اگر دو، متعارض روایات میں سے ایک کا منسوخ ہونا واضح ہے تو منسوخ کو چھوڑ کر ناسخ کے مطابق حکم لگاتے ہیں اور اگر ان میں نسخ کی تعیین نہ ہو سکے تو پھر ان میں سے کسی وجہِ ترجیح کی بنیاد پر راجح پر عمل کرنے کا حکم لگاتے ہیں اور مرجوح روایت کو چھوڑ دیتے ہیں اور اگر ترجیح کا تعین کرنا بھی ممکن نہ ہو تو پھر ان کے درمیان تطبیق کر کے دونوں پر عمل کی صورت نکالتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ جہاں کہیں قیاس کا استعمال ہو سکتا ہے اسے استعمال کرتے ہیں اور جس مؤقف کی تائید ہوتی ہے اسکو تقویت پہنچاتے ہیں۔

سابقہ تحقیقی کام کا جائزہ

مختلف جامعات اور بیرون ممالک میں موجود مختلف یونیورسٹیوں میں ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کی سطح پر امام طحاوی کی تصانیف سے چند مقالہ جات لکھے گئے ہیں جن میں سے " منہج الامام الطحاوی فی دفع التعارض بین نصوص

---

*اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور

الشرعیۃ من خلال کتابہ شرح مشکل الآثار“ کے عنوان سے حسن بن عبد الحمید بن عبد الحکیم بخاری نے جامعہ ام القری، مکہ مکرمہ می 2001ء میں لکھا جس میں شرح مشکل الآثار کی روشنی میں تعارض احادیث کو دور کرنے کے طریقے زیر بحث لائے گئے ہیں جن میں جمع بین النصوص، ترجیح اور ناسخ و منسوخ معروف ہیں لیکن اس میں ان اصولوں کے حوالے سے اطلاقی بحث نہیں کی گئی۔ عبد المطیع السعود نے اردن یونیورسٹی میں 1994ء کو ایک مقالہ لکھا ہے جس میں امام طحاوی رحمہ اللہ کے مختلف الحدیث کے حوالے سے نظریات کو بیان کیا ہے اس کا عنوان ہے "مختلف الحدیث عند الامام الطحاوی فی ضوء کتابہ شرح معانی الآثار"۔”احادیث میں تعارض دور کرنے کے اصول“ کے عنوان سے مرزا حیدر صاحب نے پنجاب یونیورسٹی میں 2003ء میں مقالہ لکھا۔ جس میں مختلف الحدیث اور مشکل الحدیث کے فنون پر بحث کر کے اشکالات واختلافات کو دور کرنے کے صرف طریقے بیان کئے گئے ہیں اور چند ایک امثلہ پر اکتفاء کیا گیا ہے۔ محمد زکریا نے ایم فل کی سطح کا ایک مقالہ سیشن 2009-11 میں گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد، بعنوان ”علم مختلف الحدیث اور فتح الباری میں اس کا اطلاق“ تحریر کیا ہے جس میں امام ابن حجر عسقلانی کی اپنی تصنیف فتح الباری میں احادیث کے تعارض کو دور کرنے کی مہارت پر روشنی ڈالی گئی ہے

اس مقالہ میں امام طحاوی رحمہ اللہ کے ایک اہم اصول کو زیر بحث لایا گیا ہے جو قیاس کہلاتا ہے ان کے اس اسلوب کو مثالوں کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کیونکہ احادیث کے اصولوں کی معرفت اور مہارت ایک مجتہد کے لئے ضروری ہے امام طحاوی رحمہ اللہ روایات کا تجزیہ کرتے ہوئے متضاد روایات کے تضاد کو دور کرتے ہوئے آخر میں والنظر فیہ کے الفاظ سے قیاس کرتے ہیں انکے اس اسلوب کی چند امثلہ اخذ کی گئی ہیں جن سے ان کی اس مہارت کے بارے ہمیں آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں پہلے قیاس کے بارے کچھ معلومات پیش کی گئی ہیں پھر اس کے بارے میں امام طحاوی کا اسلوب زیر بحث لایا گیا ہے۔

قیاس کا معنی و مفہوم:

قیاس کا لغوی معنی لغت عرب میں ”تقدیر“ ہے[1] جو اندازہ لگانے کے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے یعنی ان یقصد معرفۃ قدر احد الامرین بالآخر [2] "دو چیزوں کا آپس میں موازنہ کر کے ان میں سے ایک کے بارے میں اندازہ لگانا" اسی طرح کہا جاتا ہے کھقست الثوب بالزراع او بالمتر ای قدرت الثوب بالزراع او المتر" کپڑے کو گز یا میٹر کے ساتھ ماپا گیا" اسی سے ہے قاس الطبیب الجراحۃ ای قدر الطبیب مدی غور ذلك الجرح وذلك بالمیل "طبیب نے زخم کی گہرائی اور مدت کا جائزہ لیا"۔ لفظ قیاس

کا ایک معنی مساوات بھی ہے[3] مساوات دو معانی میں استعمال ہوتی ہے، حسی اور معنوی۔ حسی کی مثال ہے جیسے کہا جاتا ہے **قست الثوب بالثوب ای حاذیته وساویته به بالآخر** "ایک کپڑے کا دوسرے کپڑے سے موازنہ کر کے انہیں برابر کیا" اور معنوی مساوات کی مثال ہے جیسے کہا جاتا ہے" **فلاں یقاس بفلان ای یساویه فی الفضل**" فلاں آدمی فضیلت اور بزرگی میں فلاں کے مساوی ہے

جبکہ قیاس کا اصطلاحی مفہوم ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ[4] کے نزدیک یہ ہے کہ **حکمك علی الفرع بمثل ما حکمت به فی الاصل لاشتراکهما فی العلة** علت مشترکہ کی بنا پر اصل کا حکم فرع پر لگانا قیاس کہلاتا ہے۔ڈاکٹر عبد الکریم نے اس کی تعریف یوں کرتے ہیں کہ **اثبات حکم معلوم لمعلوم آخر لاشتراکهما فی العلة الحکم عند المثبت**[5] مجتہد کا، حکم کی علت مشترکہ کی وجہ سے، ایک معلوم چیز کا دوسری چیز پر حکم لگانا قیاس ہے اسی طرح ایک تعریف یہ بھی کی گئی ہے کہ **هو بذل الجهد فی استخراج الحق**" حق کی تلاش کے لئے کی جانے والی کوشش قیاس کہلاتی ہے "اور دلیل کو بھی قیاس سے تعبیر کیا جاتا ہے جو حق تک پہنچنے کے لئے کی جائے [6] اسی طرح صدر الشریعہ[7] نے اس کی تعریف اس طرح کی **هے هو تعدیة الحکم من الاصل الی الفرع لعلة متحدة لا تدرك بمجرد اللغة**[8] "ایسی علت مشترکہ، جسے فقط لغت کے ذریعے معلوم نہیں کیا جاسکتا، کی وجہ سے اصل کا حکم فرع پر لگانا قیاس کہلاتا ہے"

ان تعریفات میں صدر الشریعہ کی بیان کردہ تعریف زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس میں جامعیت پائی جاتی ہے۔

ارکانِ قیاس

اصولیین نے قیاس کے درج ذیل چار ارکان بیان کئے ہیں

۱۔ المقیس علیہ (اصل):۔ جس پر قیاس کیا جائے

۲۔ المقیس (فرع):۔ جس چیز کو قیاس کیا جائے

۳۔ العلۃ:۔ یعنی ایسا وصف جو اصل اور فرع دونوں میں مشترک ہو اور قیاس کا سبب ہو

۴۔ الحکم:۔ جو حکم قیاس کے بعد لگایا جائے[9]

اقسامِ قیاس

قیاس کی تقسیم کئی اعتبار سے کی جاتی ہے لیکن صدر الشریعہ نے اس طرح کی ہے

۱۔ قیاس جلی

صدر الشریعہ رحمہ اللہ نے اس حوالے سے یہ لکھا ہے" قیاس جلی سے مراد وہ قیاس ہے جس میں علت نص سے ثابت ہو سکتی ہے اور کبھی نص سے ثابت نہیں ہوتی لیکن وہ علت قطعی ہوتی ہے کیونکہ اصل اور فرع کے درمیان کوئی فرق نہیں ہوتا جیسے بعض حصہ آزاد کرنے کی صورت میں پورے وجود کی آزادی میں باندی کو غلام پر قیاس کرنا

۲۔ قیاس خفی

اس سے مراد وہ قیاس ہے جس میں علت کے قطعی نہ ہونے کے باوجود اصل اور فرع کے درمیان کوئی فرق موجود نہ ہو لیکن وہ علت اصل کے حکم سے مستنبط ہو جیسے بوجھ گرا کر کسی کو قتل کرنے کے حکم کو دھاری دار آلے کے ذریعے قتل کرنے کے حکم پر قیاس کیا جائے [10]

امام آمدی نے اس کی درج ذیل تقسیم کی ہے

۱۔ اولی

قیاس اولی سے مراد یہ ہے کہ جس میں، علت کے قوی ہونے کی وجہ سے، فرع اصل کی نسبت زیادہ اہمیت کی حامل ہو جیسے ارشاد ربانی ہے (فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ [11] اپنے ماں باپ کو اف تک نہ کہو) میں ضرب (مارنا)، تافیف (اف کہنے) سے زیادہ سخت اور قوی ہے [12] لہٰذا والدین کو مارنے کی ممانعت ان کو اف کہنے سے کہیں زیادہ ٹھہری اس لئے مارنے سے روکنے کا حکم مقیس اور اف کہنے سے منع کرنے کا حکم مقیس علیہ ہے جو مساوی نہیں ہیں مارنے سے منع ہونا اس اف کہنے سے زیادہ قبیح ہے

۲۔ مساوی

جس میں فرع اور اصل حکم کے اعتبار سے مساوی ہوں ان میں سے کوئی بھی قابل ترجیح نہ ہو جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَإِنْ أَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ [13] پھر اگر وہ ارتکاب کریں بدکاری کا تو ان پر اس سزا کا نصف ہے جو آزاد عورتوں کے لئے ہے فان العبد یقاس علی الامۃ فی تنصیف العقوبۃ اذا ارتکب ما یوجب الحد بالجلدۃ اگر کوئی غلام بدکاری کا ارتکاب کرے تو اسے باندی پر قیاس کرتے ہوئے کوڑوں کی سزا میں (آزاد شخص کے لئے مختص تعداد کی) نصف تعداد کے برابر کوڑے لگائے جائیں گے۔ اسی طرح یتیم کے مال کو جلانا اس کے کھانے پر (قیاس کرنا)، دونوں صورتوں میں تلف کرنا ہے تو جس طرح کھانا حرام ہے اسی طرح جلانا بھی حرام ہے۔

۳۔ قیاس ادنی

ایسا قیاس جس میں علت کے حکم کے اعتبار سے فرع اصل کی نسبت کمزور ہو مثل قیاس التفاح علی البر بجامع الطعم فی کل منهما لیثبت فیه حرمة التفاضل کما فی البر"[14] جیسے سیب کو گندم پر قیاس کرنا اس اعتبار سے کہ یہ دونوں کھانے والی چیزوں میں شمار ہوتے ہیں اور اس (سیب) میں بھی گندم کی طرح زیادتی کو ناجائز قرار دینا اسی طرح حرام ہونے یا حد واجب کرنے میں نبیذ کو شراب کے ساتھ الحاق کرنا (قیاس ادنی کی مثال ہے

امام طحاوی اور قیاس

امام طحاوی رحمہ اللہ کسی مسئلہ کے بارے موجود روایات کے حوالے سے تفصیلی بحث کرنے کے بعد اس بارے نظر صحیح یعنی قیاس کرتے ہیں اور اس کے ذریعے اپنے موقف کی تائید کرتے ہیں اور بعض اوقات اگر قیاس ان کی روایات کا موئید نہ بھی ہو تو بھی امام طحاوی اس کو بیان کرتے ہیں

پورے سر کا مسح کرنا فرض ہے یا اس کے بعض حصے کا؟

فقہاء کا ایک گروہ اس بات کا قائل ہے کہ پورے سر کا مسح کرنا فرض ہے جبکہ بعض دیگر حضرات کے نزدیک پورے سر کا مسح فرض نہیں ہے۔ امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کی یہی رائے ہے۔

امام ابو جعفر طحاوی فریقین کے نقلی دلائل، نقد و تبصرے کے ہمراہ نقل کرنے کے بعد قیاس کے ذریعے احناف کو مؤقف کو تقویت دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں" غور و فکر کے طریقے پر یہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں وضو چند اعضاء میں واجب ہے ان میں سے بعض کو دھونے کا حکم ہے اور بعض کے مسح کا، جن اعضاء کو دھونے کا حکم ہے وہ چہرہ، ہاتھ اور پاؤں ہیں۔ جن کے نزدیک پاؤں کا دھونا فرض ہے، پس تمام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس عضو کو دھونا فرض ہے اس کے تمام کا دھونا ضروری ہے بعض کو دھونا اور بعض کو نہ دھونا جائز نہیں پس جب سر کا مسح فرض ہے تو ایک قوم نے کہا سارے سر کا مسح کیا جائے جیسے یہ اعضاء پورے پورے دھوئے جاتے ہیں۔ دوسرے لوگوں نے کہا نہیں۔ صرف بعض کا مسح کیا جائے۔ پس ہم نے اس چیز کو دیکھا جس کا حکم مسح کرنا ہے کہ وہ کس طرح ہے تو ہم نے موزوں پر مسح کے مسئلہ کو دیکھا اس میں اختلاف ہے ایک قوم نے کہا کہ اس کے ظاہر و باطن پر مسح کیا جائے دوسرے نے کہا ظاہر پر کیا جائے باطن پر نہیں پس تمام اس بات پر متفق ہیں کہ اس میں بعض حصے کا مسح فرض ہے بعض کا نہیں۔ لہٰذا قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ سر کا حکم بھی اسی طرح ہو کہ بعض کا فرض ہو، بعض کا نہ ہو۔ یہ اس پر قیاس ہے جو کچھ ہم نے (موزوں کے مسح کے بارے میں) بیان کیا"[15]

اس بحث میں موزوں پر مسح کا مسئلہ مقیس علیہ ہے جبکہ سر پر مسح کا مسئلہ مقیس ہے۔ دونوں کے درمیان وجہ اشتراک مسح ہے اور دونوں کا حکم یہ ہے کہ پورے عضو پر مسح کرنا ضروری نہیں۔

ران ستر میں داخل ہے

آئمہ کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ ران ستر ہے یا نہیں یعنی اس کا ڈھانپنا ضروری ہے یا نہیں۔ امام احمد بن حنبل، امام مالک اور داؤد ظاہری کے نزدیک ران ستر میں داخل نہیں ہے۔ جبکہ امام اعظم ابو حنیفہ، امام شافعی، امام ابویوسف، امام محمد اور امام زفر کے نزدیک ران ستر میں داخل ہے۔ امام طحاوی اس بارے میں فریقین کی پیش کردہ روایات نقل کرنے اور ان پر نقد و تبصرہ کرنے کے بعد عقلی اعتبار سے اس مسئلے کا جائزہ لیتے ہوئے ارشار فرماتے ہیں۔

حکم شرعی یہ ہے کہ نامحرم عورت کی ہتھیلی، چہرہ، اور قدم کے علاوہ جسم کا کوئی بھی حصہ دیکھنا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح محرم عورت اور غیر شخص کی باندی کا سر، بال، سینہ، پنڈلی اور بازو دیکھنا جائز ہے۔ لیکن محرم عورت اور غیر شخص کی باندی کی ران دیکھنے کا حکم شرمگاہ دیکھنے کے حکم کی مانند ہے یعنی ممنوع ہے۔ گویا ران کا حکم پنڈلی، سر یا بازو کی بجائے شرمگاہ کی مانند ہے پس ثابت یہ ہوا کہ جس طرح شرمگاہ کو ڈھانپنا ضروری ہے اس طرح ران ڈھانپنا بھی ضروری ہے[16]

اس بحث میں لونڈی کی ران کا حکم مقیس علیہ ہے۔ مرد کی ران کا حکم مقیس ہے جبکہ ستر دونوں کے درمیان علت مشترکہ ہے اور اشتراک علت کی وجہ سے ستر کا لزوم حکم ہو گا۔

کیا قے کے آنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

بعض فقہاء کے نزدیک قے آنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے جبکہ بعض دیگر حضرات کے نزدیک قے آنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا فقہاء احناف کی یہی رائے ہے۔

امام ابو جعفر طحاوی فریقین کے نقلی دلائل بیان کرنے کے بعد اپنے مؤقف کی تائید میں درج ذیل قیاس پیش کرتے ہیں۔

"قے کا حکم، خون کی مانند ہے۔ جو حضرات قے آنے سے روزہ ٹوٹنے کے قائل ہیں ان کے نزدیک خون نکلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، لہذا خون کی طرح قے کے خروج کی وجہ سے بھی روزہ نہیں ٹوٹنا چاہیے"[17]

اس بحث میں خون نکلنے کا حکم مقیس علیہ ہے جبکہ قے آنے کا حکم مقیس ہے۔ خروج علت مشترکہ ہے اور

اشتراک علت کے باعث عدمِ فساد صوم حکم ہے۔

نفلی روزہ توڑنے کی قضاء

بعض فقہاء اس بات کے قائل ہیں کہ اگر کوئی شخص نفلی روزہ رکھ کر توڑ دے تو اس پر اس کی قضاء واجب نہیں ہو گی۔ جبکہ بعض دیگر حضرات کے نزدیک اس پر قضاء واجب ہو گی، فقہائے احناف کی یہی رائے ہے۔

امام ابو جعفر طحاوی اس بارے میں فریقین کے نقلی دلائل نقل کرنے کے بعد قیاس کے ذریعے اپنے مؤقف کی تائید کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں "اس سلسلے میں قیاس یہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں بعض امور ایسے ہیں جو بندے کے اپنے اوپر واجب کرنے سے واجب ہو جاتے ہیں ان میں سے نماز، صدقہ، روزہ، حج اور عمرہ ہیں تو جو شخص ان میں سے کسی چیز کو اپنے اوپر لازم کرتے ہوئے کہے مجھ پر اللہ کے لیے فلاں فلاں کام ہیں تو اس پر پورا کرنا واجب ہے اور بعض ایسے امور ہیں جو بندوں کے شروع کرنے سے واجب ہوتے ہیں مثلاً نماز، روزہ اور حج پس جو شخص حج یا عمرہ شروع کرنے کے بعد ان کو توڑنے اور ان سے باہر آنے کا ارادہ کرے تو اسے اس بات کا حق نہیں اور اس کام کو شروع کرنے سے وہ اس آدمی کے حکم میں ہو جاتا ہے جو کہتا ہے اللہ کے لیے مجھ پر حج ہے اور وہ اس پر لازم ہو جاتا ہے۔

اگر کوئی شخص کہے کہ ہم ان دو کاموں (حج اور عمرہ) سے نکلنے سے اس لیے منع کرتے ہیں کہ انہیں مکمل کیے بغیر ان سے باہر نہیں آ سکتا جبکہ نماز اور روزے کی یہ صورت نہیں کیونکہ وہ بعض اوقات باطل ہو جاتے ہیں اور کھانے پینے اور جماع کی وجہ سے وہ ان سے خارج ہو جاتا ہے[18] اس شخص کو جواباً کہا جائے گا کہ اگرچہ حج اور عمرے کی وہی صورت ہے جو تم نے ذکر کی لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ تمہارے خیال میں جو شخص ان میں مباشرت کرے اس پر ان کی قضا لازم ہے اور قضاء کو وہ تب شروع کرتا ہے جب وہ ان (کو توڑ کر ان) سے نکل جاتا ہے تو تم نے ان دونوں کو توڑنے کے باعث اس شخص پر قضاء کو لازم قرار دیا وہ چاہے یا نہ چاہے، تو اب جسے قضاء کر رہا ہے یہ اس عمل کا بدل ہے جو شروع کرنے سے اس پر واجب ہوا یہ نہیں کہ وہ پہلے سے اس پر واجب تھا (محض زبانی طور پر کہنے سے) اگر احرام باندھنے کے بعد اس پر حج اور عمرہ واجب ہوئے اور ان سے علیحدہ نہ ہونے کا سبب وہی ہے جو تم نے ذکر کیا کہ وہ انہیں چھوڑ نہیں سکتا اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو اس کے لیے ان سے فراغت جائز تھی جیسے وہ نماز، روزے اور دیگر اعمال کو چھوڑ سکتا ہے تو اس صورت میں اس پر ان کی قضا واجب نہ ہو گی کیونکہ وہ اس (قضاء) کو شروع کرنے پر قادر نہیں، تو جب یہ (عدم قدرت) وجوبِ قضاء کو باطل نہیں کرتی اور وہ اس سلسلے میں اس شخص کی طرح ہے جس کے ذمہ ایسے حج کی قضاء ہو جسے اس نے خود اپنی زبان سے اپنے اوپر لازم کیا تو قیاس کا یہی تقاضا ہے کہ جو شخص نماز اور روزے کو شروع کرے اور یوں وہ انہیں شروع کر کے رضائے الٰہی کے لیے

اپنے اوپر لازم کر دے پھر انہیں چھوڑ دے تو قضا لازم ہو گی۔ نیز اس شخص سے کہا جائے گا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ عمرہ ان کاموں میں سے ہے جسے ہمارے اور تمہارے (سب کے) نزدیک شروع کرنے کے بعد چھوڑنا جائز ہے سرکار دو عالم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا عمرہ چھوڑ کر حج کا احرام باندھو تو آپ کے اس ارشادِ گرامی کے مطابق یہ عملِ سنت سے ثابت ہے ہم اس روایت کو اس کی سند کے ساتھ اپنے مقام پر ذکر کریں گے پس ایسا نہیں ہے کہ جو شخص عمرہ کرے پھر اسے چھوڑنے پر قادر ہو اور چھوڑ بھی دے تو اس پر قضا واجب نہ ہو اور جو شخص وجوب کے بغیر شروع کرے تو وہ اسے مکمل کیے بغیر بلا عذر نہیں چھوڑ سکتا اگر کسی عذر سے یا بلا عذر چھوڑ دے تو اس کے ذمہ قضاء ہے تو قیاس کے مطابق نماز اور روزے کا بھی یہی حکم ہے جو شخص انہیں شروع کر دے اس کے لیے بلا عذر چھوڑنا جائز نہیں اور اگر کسی عذر سے یا بغیر عذر چھوڑ دے تو اس پر قضاء لازم ہو گی"[19]

اس بحث میں نماز، روزہ، حج، زکوۃ اور عمرہ کا نذر کے ذریعے واجب ہونے کا حکم مقیس علیہ ہے جبکہ نذر کے ذریعے واجب ہونے والے امر کو توڑنے پر قضاء کے لزوم کا حکم مقیس ہے۔ نذر ہونا، دونوں کے درمیان علت مشترکہ ہے جبکہ ادائیگی کا وجوب حکم ہے۔

روزے دار کا اپنی بیوی کا بوسہ لینا

بعض فقہاء کے نزدیک روزے کی حالت میں بیوی کا بوسہ لینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ جبکہ بعض دیگر فقہاء کے نزدیک ایسا کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ آئمہ احناف کی یہی رائے ہے۔

امام ابو جعفر طحاوی فریقین کے دلائل ذکر کرنے کے بعد اپنے مؤقف کی تائید میں قیاس کے ذریعے دلیل پیش کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں رسول اکرم ﷺ سے تواتر کے ساتھ مروی ہے کہ آپ روزے کی حالت میں بوسہ لیتے تھے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ بوسہ لینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

اگر کوئی شخص کہے کہ یہ بات رسول اکرم ﷺ سے مخصوص ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تم میں سے کون رسول اکرم ﷺ کی نسبت اپنے نفس پر زیادہ کنٹرول رکھتا ہے۔ اسے (جواباً) کہا جائے گا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ انہیں (ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) اور دیگر صحابہ کرام کو اپنے نفسوں پر وہ کنٹرول حاصل نہیں جو سرکار دو عالم ﷺ کو اپنے نفس پر حاصل تھا۔ کیونکہ آپ محفوظ تھے۔ اس بات پر دلیل کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک بوسہ لینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا وہ روایت ہے جو ہم نے ان سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا جہاں تک تمہارا تعلق ہے تو بوڑھے کمزور کے لیے کوئی حرج نہیں آپ کی مراد یہ ہے کہ جس شخص کو شہوت کا ڈر نہ ہو۔ تو یہ اس بات پر دلالت ہے

کہ جسے روزے کی حالت میں بوسہ لینے سے کسی دوسری بات کا ڈر نہ ہو اور وہ بے خوف ہو تو اس کے لیے یہ جائز ہے اور ہم نے بعض احادیث میں ان سے روایت کیا کہ ان سے روزے دار کے بوسہ لینے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ رسول کریم ﷺ روزے کی حالت میں بوسہ لیتے تھے پس اگر رسول اکرم ﷺ کے لیے اس بات کا حکم دوسروں کے حکم سے مختلف ہوتا تو آپ عام لوگوں کے بارے میں سوال کا جواب وہ نہ دیتیں جو آپ نے سرکار دو عالم ﷺ کے عمل سے جانا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو کے والد نے جب رمضان المبارک میں ان کے لیے ان کے اہلِ خانہ کو ایک جگہ جمع کیا تو انہوں نے بھی یہی سوال کیا تھا تو ام المؤمنین نے فرمایا رسول اکرم ﷺ یہ عمل کرتے تھے۔ ہمارے نزدیک اس کی تاویل یہ ہے کہ وہ آپ کی طرف سے مطمئن تھیں۔ تو جو کچھ ہم نے ذکر کیا وہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بوسہ لینے کے سلسلے میں سرکار دو عالم ﷺ اور عام لوگوں کا حکم ایک جیسا ہے جبکہ اسے اس بات کا خوف نہ ہو جس کی طرف بوسہ دعوت دیتا ہے۔ (یعنی جماع) قیاس کا بھی یہی تقاضا ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں روزے کی حالت میں سرکار دو عالم ﷺ پر کھانا، پینا اور جماع اسی طرح حرام تھا جس طرح باقی لوگوں پر حرام تھا پھر رسول اکرم ﷺ کے لیے حالتِ روزہ میں بوسہ لینا جائز تھا تو قیاس کا تقاضا ہے کہ دوسروں کے لیے بھی روزے کی حالت میں یہ جائز ہو تو باقی اُمور کی طرح یہ حکم بھی سرکار دو عالم ﷺ اور آپ کی امت کے لیے برابر ہے"[20]

اس بحث میں نبی اکرم ﷺ کا عمل مبارک مقیس علیہ ہے، عام مسلمانوں کا عمل مقیس ہے جبکہ عمل کی یکسانیت علت مشترکہ ہے اور اشتراک علت کی وجہ سے دونوں پر جواز کا حکم عائد کیا جائے گا۔

عورت کا ولی کے بغیر نکاح

عورت اپنا نکاح ولی کے بغیر کر سکتی ہے یا نہیں امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف یہ ہے کہ عورت اپنا نکاح ولی کے بغیر کر سکتی ہے۔ اس مسئلہ میں اپنے موقف کو قیاس کے ذریعے ثابت کرتے ہوئے امام طحاوی فرماتے ہیں کہ عورت کے بالغ ہونے سے پہلے اس کے ولی کو اس کے مال اور بضع میں ولایت حاصل ہوتی ہے اور عقد کا اختیار بھی مکمل طور پر اس کے باپ (ولی) کو حاصل ہوتا ہے اس (عورت) کو نہیں ہوتا۔ اس سلسلے میں تمام امور کا حکم ایک ہی ہوتا ہے اس میں اختلاف نہیں ہے بلکہ سب کا اتفاق ہے لیکن جب وہ بالغ ہو جائے تو بالاتفاق اس کے مال سے اس کے باپ (ولی) کا اختیار ختم ہو جاتا ہے اور اس کے مال کا عقد جو بچپن کی وجہ سے باپ کے ہاتھ میں تھا اب اس (عورت) کی طرف لوٹ آتا ہے، قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے عقد بضع کا حکم بھی اسی طرح ہو کہ اس کے بالغ ہونے کے بعد باپ کے ہاتھ سے نکل کر اس لڑکی کی طرف لوٹ جائے اور اس کے بالغ ہونے کے بعد اس کے مال اور بضع کا حکم ایک جیسا ہو۔ جیسا کہ بالغ ہونے سے پہلے ان دونوں کا حکم ایک جیسا تھا"[21]

اس مسئلہ میں امام طحاوی رحمہ اللہ نے عقد مال کو مقیس علیہ، عقد بضع کو مقیس اور بلوغت کو علت قرار دیتے ہوئے عقد بضع کے اختیار کا حکم لگایا ہے

کیا مسلمان مرتد کا وارث ہو سکتا ہے؟

اہل علم کے درمیان اس بارے میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے کہ کیا کوئی مسلمان کسی مرتد کی وراثت کا حقدار ہو سکتا ہے؟ بعض فقہاء اس بات کے قائل ہیں کہ کوئی مسلمان کسی مرتد کا وراث نہیں بن سکتا۔ یہ حضرات قیاس پر عمل کرتے ہیں کہ جس طرح مرتد شخص کسی مسلمان کا وارث نہیں بن سکتا اسی طرح کوئی مسلمان بھی کسی مرتد کا وارث نہیں بن سکتا۔

امام ابو جعفر طحاوی اس قیاس کی تغلیط کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ وارث اور مورث کا حکم دونوں صورتوں میں یکساں ہو۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے کسی عمل کی بدولت کسی شخص کا وارث بننے کا حق کھو دے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اس کا وارث نہیں بن سکتا"[22] اس سلسلے میں امام طحاوی قیاس کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مرتد کے ارتداد سے پہلے اس کا خون اور مال محفوظ ہوتا ہے جبکہ ارتداد کے بعد مباح ہو جاتا ہے لیکن مال بدستور محفوظ رہتا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ مرتد کے خون اور مال کا حکم دیگر کفار کے حکم سے مختلف ہے کیونکہ حربی کافروں کی جان اور ان کے مال کا حکم ایک جیسا ہے یعنی وہ دونوں مباح ہیں۔ اس لئے جب مرتد کا مال کفر کی وجہ سے حلال نہیں ہوتا تو قتل کی وجہ سے مباح نہیں ہونا چاہیے۔

دوسرا قیاس یہ ہے کہ تمام فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حربی کافر کو قتل نہ بھی کیا جائے تب بھی اس کا مال، مالِ غنیمت ہونے کی وجہ سے حلال ہو جاتا ہے لیکن مرتد کا مال ارتداد کی وجہ سے حلال نہیں ہوتا۔ اب یہاں دو صورتیں ممکن ہیں یا تو اسکے وارث تمام مسلمان ہوں گے اگر تمام مسلمانوں کو اس کا وارث قرار دیا جائے تو یہ حربی کافروں کے مال غنیمت کی طرح ہو جائے گا جو درست نہیں ہے۔ نتیجتاً ایک ہی صورت باقی رہ جاتی ہے اور وہ یہ کہ مرتد کے وارث وہی لوگ ہوں گے جو حالت اسلام میں اس کے وارث ہو سکتے تھے"[23]

بیع میں غیر متعلقہ شرط لگانا

ایک شخص ایک مخصوص قیمت کے عوض کوئی چیز فروخت کرتا ہے۔ کیا اس سودے کے دوران فروخت کی جانے والی چیز کے بارے میں فروخت کرنے والا شخص کوئی شرط عائد کر سکتا ہے یا نہیں۔ مثال کے طور پر ایک شخص نے ایک گھوڑا فروخت کیا اور یہ شرط عائد کی کہ سودا ہو جانے کے بعد میں فلاں مقام تک اس پر سواری

کروں گا اور پھر اسے تمہارے حوالے کرونگا۔ ایسی شرط کے درست ہونے کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔اس بارے میں فقہاء کے تین اقوال ہیں۔

1۔ یہ سودا اور شرط دونوں جائز ہیں۔

2۔ یہ سودا جائز ہے البتہ یہ شرط باطل تصور ہوگی اور خریدار اس شرط کو پورا کرنے کا پابند نہیں ہوگا۔

۳۔ یہ سودا سرے سے منعقد ہی نہیں ہوگا۔

احناف تیسرے نقطہ نظر کے قائل ہیں۔ امام ابو جعفر طحاوی نبی اکرم ﷺ سے منقول روایات کے ذریعے احناف کے مؤقف کی تائید کرنے کے بعد قیاس کے ذریعے حنفی مسلک کی تائید میں درج ذیل دلیل پیش کرتے ہیں۔

تمام فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ کسی بھی سودے کے دوران صحیح شرط عائد کرنا جائز ہے۔ صحیح شرط کی مثال یہ ہوگی کہ خریدار یا فروخت کنندہ دونوں میں سے کوئی ایک اپنے لیے اختیار مخصوص کرلے یا معاوضے کی ادائیگی کے لیے مخصوص وقت کا تعین کرلیا جائے۔

اسی طرح تمام فقہاء اس بات پر بھی متفق ہیں کہ سودے کے دوران عائد کی جانے والی شرط اگر متعین ہوگی تو یہ شرط عائد کرنا درست ہوگا لیکن اگر یہ شرط مجہول ہو تو بیع فاسد ہو جائے گی کیونکہ مجہول شرط فاسد ہے اور شرط کے فساد کی وجہ سے بیع کے فساد کا حکم جاری کر دیا جائے گا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ شرط کا فساد بیع کے فساد میں مؤثر ہوتا ہے۔ اگر شرط صحیح ہوگی تو بیع بھی صحیح ہوگی اور اگر شرط فاسد ہوگی تو بیع بھی فاسد شمار ہوگی۔ لہٰذا مذکورہ بالا مثال میں کیونکہ شرط فاسد ہے اس لیے بیع بھی فاسد شمار ہوگی[24]

مؤلف (مقالہ نگار) عرض پرداز ہے کہ امام طحاوی کے ذکر کردہ قیاس پر یہ اشکال وارد ہوگا کہ انہوں نے جس قیاس کو بیان کیا ہے یہ اس شخص کے خلاف درست ہوگا جو مذکورہ بالا مثال میں سودے کے جواز اور شرط کے باطل ہونے کا قائل ہو لیکن جو حضرات سودے کے ساتھ ساتھ شرط کو بھی جائز قرار دیتے ہیں ان کے خلاف اس قیاس میں کوئی دلیل موجود نہیں ہے کیونکہ مذکورہ بالا قیاس میں شرط کے باطل ہونے کی دلیل امام طحاوی نے بطور قیاس بیان نہیں کی۔

مکہ مکرمہ کی سرزمین کرائے پر دینا یا فروخت کرنا

اس بارے میں فقہاء کے درمیان اختلافِ رائے پایا جاتا ہے کہ کیا مکہ کی زمین کرائے پر دی جاسکتی ہے یا فروخت کی جاسکتی ہے کہ نہیں۔ امام اعظم اور امام محمد کے نزدیک مکہ مکرمہ کی زمین کو کرائے پر دینا یا فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔ جبکہ قاضی ابویوسف کے نزدیک ایسا کرنا جائز ہے۔

امام ابو جعفر طحاوی فریقین کے نقلی دلائل نقل کرنے کے بعد قیاس کے ذریعے امام ابو یوسف کے مؤقف کی تائید میں درج ذیل دلیل پیش کرتے ہیں۔ میدان عرفات، مسجد حرام اور منیٰ ایسے مقامات ہیں جہاں سب کا حق برابر ہے اور ان جگہوں پر کوئی بھی شخص اپنی ذاتی عمارت تعمیر نہیں کر سکتا۔ اس پر سب کا اتفاق ہے۔ مذکورہ بالا مقامات کے سوا پورے مکہ شہر میں مکانات تعمیر کرنا تمام فقہاء کے نزدیک جائز ہے۔ جیسا کہ روایات سے ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر یہ اعلان عام فرمایا تھا جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا اسے امن حاصل ہو گا۔ جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے گا وہ بھی مامون ہو گا۔

حضرت ابوسفیان کے گھر کو ان کی نسبت سے ذکر کرنا یا لوگوں کے گھروں کی نسبت ان کی طرف کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ مکہ مکرمہ کی زمین اور جائیداد میں ملکیت کے احکام جاری ہوتے ہیں اور جس چیز میں ملکیت کے احکام جاری ہوں اس کی خرید و فروخت شرعاً جائز ہے[25]

اس بحث میں امام طحاوی مکہ مکرمہ کی زمین کی خرید و فروخت کے مسئلے کو سرزمین مکہ کی ملکیت کے مسئلے پر قیاس کرتے ہیں کیونکہ خرید و فروخت در حقیقت ایک شے کا ایک شخص کی ملکیت سے خارج ہو کر دوسرے کی ملکیت میں چلے جانا ہے گویا سرزمینِ مکہ کی خرید و فروخت کا مسئلہ مقیس ہے۔ جبکہ سرزمین مکہ کی ملکیت کا جائز ہونا مقیس علیہ ہے۔ دونوں کے درمیان علت مشترکہ ملکیت کے احکام کا جاری ہونا ہے۔ جبکہ اشتراک علت کی وجہ سے مقیس علیہ کی طرح مقیس پر بھی جواز کا حکم جاری کیا گیا ہے۔ لہذا مکہ کی زمین کرائے پر دینا یا فروخت کرنا جائز ہے۔

کتّے کی خرید و فروخت کرنا

فقہاء کے درمیان اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض فقہاء کے نزدیک یہ جائز ہے اور بعض دیگر فقہاء کے نزدیک ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ احناف اس بات کے قائل ہیں کہ کتّے کی خرید و فروخت جائز ہے اور اس کی قیمت حلال ہے۔

امام ابو جعفر طحاوی فریقین کے نقلی دلائل نقل کرنے کے بعد قیاس کے ذریعے احناف کے مسلک کی تائید اس طرح کرتے ہیں کہ جس چیز سے نفع اٹھانا جائز ہو، اس کی قیمت وصول کرنا بھی جائز ہے۔ جیسے پالتو گدھوں کا گوشت کھانا حرام ہے لیکن کیونکہ ان سے دیگر منافع حاصل کیے جاسکتے ہیں اس لیے انہیں فروخت کرنا اور قیمت استعمال کرنا جائز ہے۔ چونکہ کتوں سے بھی رکھوالی وغیرہ جیسے منافع حاصل کیے جاسکتے ہیں اس لیے پالتو گدھوں کی طرح ان کی خرید و فروخت بھی جائز ہونا چاہیے[26] اس بحث میں گدھوں کی فروخت مقیس علیہ ہے۔ جبکہ کتوں کی فروخت کا مسئلہ مقیس ہے۔ دونوں کے درمیان علت مشترکہ یہ ہے کہ دونوں سے نفع کا حصول جائز ہے۔ لہذا

علت مشترکہ کی بنیاد پر مقیس علیہ کا حکم مقیس پر جاری کرتے ہوئے کتوں کی فروخت کو بھی جائز قرار دیا جائے گا۔

مردہ جانور کا چمڑہ پاک ہے یا نہیں؟

اس بارے میں فقہاء کے درمیان اختلافِ رائے پایا جاتا ہے کہ کیا مردہ جانور کا چمڑہ دباغت کے بعد پاک ہوتا ہے کہ نہیں؟ بعض فقہاء کے نزدیک یہ چمڑہ دباغت کے باوجود پاک نہیں ہوتا جبکہ بعض دیگر حضرات کے نزدیک دباغت کے بعد چمڑہ پاک ہو جاتا ہے اور اسے فروخت کرنا اس سے نفع حاصل کرنا اور اس پر نماز ادا کرنا جائز ہے۔ امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کی یہی رائے ہے۔

امام ابو جعفر طحاوی فریقین کے نقلی دلائل بیان کرنے کے بعد قیاس کے ذریعے احناف کے مؤقف کو تقویت دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں "یہ بات طے ہے کہ ایک ہی چیز کا حکم اس کے اوصاف بدلنے سے مختلف ہو جاتا ہے۔ جیسے کسی پھل کی نبیذ میں جب تک خمر کے آثار پیدا نہ ہوں اس وقت تک اس نبیذ کو پینا جائز ہے۔ جب وہ شراب بن جائے گی تو اسے پینا حرام ہو جائے گا اور اگر اس شراب کو سرکہ بنالیا جائے تو اس کا استعمال دوبارہ جائز ہو جائے گا۔ اسی طرح دباغت سے پہلے چمڑے کا استعمال جائز نہیں تھا لیکن دباغت کے بعد جائز ہو جائے گا"[27]

اس مثال میں نبیذ، شراب اور سرکے کا حکم مقیس علیہ ہے جبکہ دباغت کا حکم مقیس ہے۔ دونوں کے درمیان علّت مشترکہ یہ ہے کہ وصف کی تبدیلی سے حکم تبدیل ہو جاتا ہے اور اسی اشتراک علت کی وجہ سے دونوں پر جواز کا حکم جاری کر دیا جائے گا۔

امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ احناف کے مسلک کی تائید میں دوسری دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ علیہم اجمعین مردار کے چمڑے کے جوتے زمانہ جاہلیت میں پہنا کرتے تھے لیکن نبی اکرم ﷺ نے کبھی بھی ان جوتوں کے استعمال سے منع نہیں فرمایا۔

کیا حکمران زکوۃ کی وصولی کر سکتا ہے یا نہیں؟

بعض فقہاء کے نزدیک حاکم وقت کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ زکوۃ کی وصولی کے لیے کسی عہدے دار کا تقرر کرے۔ البتہ مسلمانوں کو اس بات کا اختیار ہے کہ اگر وہ مناسب سمجھیں تو زکوۃ بیت المال میں جمع کروائیں۔ گویا اگر لوگوں کی مرضی نہ ہو تو ان کی مرضی کے خلاف حاکم ان سے زبردستی زکوۃ وصول نہیں کر سکتا جبکہ بعض دیگر فقہاء کے نزدیک حاکمِ وقت رعایا کی مرضی کے بغیر بھی ان سے زکوۃ وصول کر سکتا ہے اور زکوۃ کی ادائیگی کے لیے کسی عہدیدار کا تقرر کر سکتا ہے۔ امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کی یہی رائے ہے۔ امام ابو جعفر

طحاوی فریقین کے نقلی دلائل اور ان پر نقد و تبصرہ کے بعد قیاس کے ذریعے احناف کے مؤقف کی تائید کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں ”حکمران کو جانوروں اور پھلوں کی زکوٰۃ وصول کرنے کا اختیار ہے۔ لہٰذا ان دونوں کی طرح دیگر اموال یعنی سونا، چاندی، اور مالِ تجارت میں سے بھی زکوۃ کی وصولی کا اختیار ہونا چاہیے“ [28]

اس بحث میں پھلوں اور جانوروں کی زکوٰۃ کی وصولی کا حکم مقیس علیہ ہے جبکہ سونا، چاندی اور اموال تجارت کی زکوۃ کی وصولی کا حکم مقیس ہے۔ مال زکوٰۃ ہونا دونوں کے درمیان علت مشترکہ ہے اور اشتراک علت کی وجہ سے حاکم کا زبردستی زکوۃ وصول کرنا حکم ہے۔

صدقہ فطر میں گندم کی مقدار

صدقہ فطر ادا کرتے ہوئے کتنی مقدار میں گندم دی جائے اس بارے میں بعض فقہاء کے نزدیک دیگر تمام اجناس کی طرح گندم بھی ایک صاع کے برابر ادا کرنا ضروری ہے جبکہ بعض اہل علم کے نزدیک دیگر اجناس میں ایک صاع اور گندم میں نصف صاع کی ادائیگی لازم ہے۔

امام ابو جعفر طحاوی فریقین کے نقلی دلائل نقل کرنے کے بعد قیاس کے ذریعے اپنے مؤقف کی تائید میں دلیل پیش کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں ”اس بات پر اجماع ہے کہ جو اور کھجوروں سے ایک صاع صدقہ فطر ہے پھر ہم نے ان امور میں گندم کا حکم معلوم کیا جن میں کھجوریں اور جَو دیے جاتے ہیں کہ وہ کیا ہے؟ تو ہم نے دیکھا کہ قسموں کے کفارے میں ان ہی اجناس سے کھانا دینے پر اجماع ہے پھر اس کی مقدار میں اختلاف ہے۔ ایک جماعت کہتی ہے کھجوروں اور جو سے اس کی مقدار نصف ہے اور گندم سے اس کا نصف یعنی ایک مد ہے۔ دوسرے حضرات کہتے ہیں گندم سے نصف صاع ہے اور باقی اجناس سے ایک صاع ہے ان تمام نے کھجوروں اور جَو کو گندم کے مقابلے میں دوگنا مقرر کیا ہے تو قیاس کا تقاضا ہے کہ جب صدقہ فطر کھجوروں اور جو سے ایک صاع ہے تو گندم اس کا نصف ہو اور وہ نصف صاع ہے اس باب میں قیاس یہی ہے "[29] اس مثال میں قسم کے کفّارے کی مقدار مقیس علیہ ہے صدقہ فطر کی مقدار مقیس ہے۔ ادائیگی کا لزوم علت مشترکہ ہے اور اشتراک علت کی وجہ سے مخصوص مقدار کا لازم ہونا حکم ہے۔

سورہ نجم میں سجدہ تلاوت ہے

سورۃ نجم میں سجدہ تلاوت کے بارے میں امام طحاوی رحمہ اللہ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ اس سورہ میں سجدہ تلاوت کی نفی کرنے والی روایات مختلف احتمالات رکھتی ہیں لہٰذا انہوں نے ان احتمالات کا ذکر کیا ہے اور پھر ایسی روایات ذکر کی ہیں جن میں یہ واضح ہوتا ہے کہ سورہ نجم میں سجدہ تلاوت ہے اور اس حوالے سے ایک نقطہ نظر یہ بھی

بیان کرتے ہیں کہ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ مفصل سورتوں میں سجدہ تلاوت مکہ مکرمہ میں کیا جاتا تھا مگر مدینہ منورہ میں نہیں کیا جاتا تھا اس پر امام طحاوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کا حوالہ دیتے ہیں کہ جس میں سجدہ تلاوت کا ثبوت ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات مدینہ منورہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال سے تین سال پہلے ہوئی۔ اس سے پتہ چلا کہ مفصل سورتوں میں سجدہ تلاوت صرف مکہ میں نہیں بلکہ مدینہ منورہ میں بھی ہوتا تھا پھر اس پر امام طحاوی متعدد روایات ذکر کرتے ہیں اور اس بات کو واضح کرتے ہیں کہ مفصل سورتوں میں سجدہ تلاوت موجود ہے فرماتے ہیں۔ **وهو قول ابی حنیفه و ابی یوسف و محمد رحمهم الله تعالیٰ**[30] یہی موقف حضرت امام ابو حنیفہ، ابویوسف اور امام محمد رحمھم اللہ کا ہے۔

البتہ امام طحاوی قیاس اور نظر کو بیان کرتے ہوئے اس سے متضاد موقف رکھتے ہیں اور فرماتے ہیں متفق علیہ سجدے دس مقامات پر ہیں اور ان مقامات پر غور کریں تو پتہ چلتا ہے کہ ان میں جہاں امر کی بجائے خبر دی گئی ہے وہاں سجدہ ہے امر چونکہ تعلیم کے لئے ہے وہاں سجدہ نہیں ہے۔ جب ہم اختلاف والی جگہوں پر غور کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں وہاں جو آیت ہے وہ امر پر مشتمل ہے یا خبر پر تو سورۃ نجم والی آیت امر پر مشتمل ہے خبر پر نہیں۔ {فَاسْجُدُوا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوا}[31] تو نظر اور قیاس کو دیکھا جائے تو اس جگہ سجدہ نہیں بنتا[32]

اس عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ امام طحاوی باوجود حنفی ہونے کے بعض مقامات پر احادیث اور روایات کے مطابق مسئلہ کی وضاحت کرتے ہیں اور امام ابو حنیفہ اور صاحبین کے قول کے مطابق نتیجہ نکالتے ہیں اور اگر اس مسئلہ میں قیاس اور نظر مختلف حکم لگائے تو اس کو بھی بیان کر دیتے ہیں اور اپنا نقطہ نظر واضح کر دیتے ہیں۔

نتیجہ بحث

اس بحث کا نتیجہ یہ ہے کہ امام طحاوی رحمہ اللہ تعارض پر مبنی روایات پر نقلی بحث کرنے کے بعد جہاں ممکن ہوتا ہے قیاس کے ذریعے ایک مؤقف کی تائید کرتے ہیں اور قیاس کو استعمال کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں اس حد تک غیر جانبداری کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ بعض اوقات امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مؤقف کی تائید کرنے کی بجائے ان کے مؤقف کے خلاف اگر قیاس ہو تو اسے بھی بیان کر دیتے ہیں بلکہ احناف کے خلاف بھی قیاس کو ذکر کر دیتے ہیں جیسا کہ سورۃ نجم میں سجدہ تلاوت کے ہونے کے حوالے سے قیاس احناف کے موقف کے خلاف ہونے کے باوجود بیان کیا ہے۔ بعض اوقات امام طحاوی رحمہ اللہ کسی مسئلہ میں موجود مختلف احتمالات کا ذکر کر کے ان میں راجح احتمال کو بیان کرتے ہیں اور نقلی دلائل کو ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ قیاس کرتے ہوئے اس کی تائید کرتے ہیں۔ امام طحاوی رحمہ اللہ اختلافی مسائل کو قیاس کے ذریعے جس مہارت کے ساتھ ختم کرنے کی کوشش کی ہے

اس کی مثال ہمیں کہیں اور نظر نہیں آتی۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ امام طحاوی رحمہ اللہ قیاس کا بیان ایک اضافی حیثیت سے کرتے ہیں اصل بحث نقلی دلائل کو بیان کرتے ہوئے مسئلہ کی وضاحت کرتے ہیں۔

سفارشات:

☆امام طحاوی رحمہ اللہ کے کام کو متعارف کرانے کے لئے قیاس کے اسلوب پر ایم فل سطح پر کام کروایا جاسکتا ہے۔

☆امام طحاوی کی کتب کا اردو ترجمہ کروانے کی ضرورت ہے

☆امام طحاوی کا فقہ حنفی میں جو کام ہے اس پر قیاس کے علاوہ ترجیح کے اصولوں پر بھی کام کیا جائے تو یہ ایک اہم خدمت ہوگی۔

☆ قیاس کے اصولوں کو نئے پیش آمدہ مسائل کو حل کرنے کے لئے کس طرح استعمال کیا جاسکتا ہے اس پر بھی کام کروایا جاسکتا ہے۔

☆امام شافعی اور طحاوی کے قیاس کے بارے اسلوب پر بھی کام کروانے کی ضرورت ہے۔

References

-1 التھانوی، قاضی محمد اعلی، **"کشاف اصطلاحات الفنون"**، سہیل اکیڈیمی، لاہور، ت ن، 2/ 1189

Qāzī Muḥammad A'lā, Thānwī, *Kashāf Iṣṭelaḥāt-al-fanoon,* Sohail Academy, Lahore, Vol. 2, P. 1189

-2 الزبیدی، مرتضی **"تاج العروس"**، دار الفکر، بیروت، ت ن، 28/ 435

Al-Zubaidī, Murtadhā, *Tāj-al-U`roos,* Dār-al-Fikr, Beirūt, no year, Vol. 28, P. 435

-3 التھانوی، قاضی محمد اعلی، **"کشاف اصطلاحات الفنون"**، 2/1189

Qāzī Muḥammad A'lā, Thānwī, *Kashāf Iṣṭelaḥāt-al-fanoon,* Vol. 2, P. 1189

-4 ان کا پورا نام عبد اللہ بن أحمد بن محمد بن قدامۃ موفق الدین الدمشقی الحنبلي المقدسی ہے ان کی تصنیفات ستر سے زائد ہیں جن میں سے **المغنی فی الفقہ** اور روضۃ الناظر فی أصول الفقہ معروف ہیں، انکی پیدائش 541ھ میں ہوئی اور وفات 620ھ میں۔(البدایہ النھایہ 14/ 210؛ شذرات الذھب 7/ 155؛ الأعلام 4/ 67)

(*Al-Bidāya wa-Nihāya*, Vol. 14, P.210, ; *Shazrāt-al-Zahab*, Vol. 7, P. 155 ; *Al-a`lām*, Vol. 4, P. 67)

-5 ڈاکٹر عبد الکریم بن علی، **"شرح روضۃ الناظر"**، 4/ 2113

Dr. Abdul kareem bin Ali, *Sharah Roudhat-Nāẓir*, Dār al-Fikr, Beirūt, Vol. 4, P. 2113

-6 التھانوی، قاضی محمد اعلی، **"کشاف اصطلاحات الفنون"**، 2/1195

Qāzī Muhammad A'lā, Thānwī, *Kashāf Iṣṭelaḥāt -al-fanoon,* Vol. 2, P. 1195

-7 ان نام عبد اللہ، والد کا نام مسعود، دادا کا نام محمود، انہی (دادا) کا لقب صدر الشریعہ الاکبر تھا اور ان کا صدر الشریعہ الاصغر کے لقب سے مشہور ہوئے (عمر رضا کحالہ، **معجم المؤلفین**، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 5/ 246)

Umar Razā Kohālah, *Mo`jam-al-Moallfiīn,* Dār Ihyā aturāth al-Arbī, Beirūt, Vol. 5, P. 246

-8 صدر الشریعہ، عبید اللہ بن مسعود، **"التلویح علی التوضیح"**، مکتبہ الصبیح، مصر، 2/ 52

Ṣadar-ul-Shariah, Ubaidullah bin Masood, al-Talwiḥ alā-al-Toudhiḥ, Maktaba al-Ṣabiḥ, Egypt, Vol. 2, P. 52

-9 التھانوی، قاضی محمد اعلی، **"کشاف اصطلاحات الفنون"**، 2/1196

Qāzī Muḥammad A'lā, Thānwī, *Kashāf Iṣṭelaḥāt-al-fanoon,* Vol. 2, P. 1196

-10 آمدی، سیف الدین "الاحکام"، 3/ 63 صدر الشریعہ، **"التلویح علی التوضیح"**، 2/82

Āmdī, Saif-ud-Din, *Al-Aḥkām,* 3/63 : Ṣadar-ul-Shariah, Ubaidullah bin Masood, al-Talwiḥ alā-al-Toudhiḥ, Maktaba al-Ṣabiḥ, Egypt, Vol. 2, P. 82

-11 الاسراء 17 : 23

Al-Qura'n, 17:23

-12 التھانوی، قاضی محمد اعلی، **"کشاف اصطلاحات الفنون"**، 2/1196

Qāzī Muḥammad A'lā, Thānwī, *Kashāf Iṣṭelaḥāt-al-fanoon,* Vol. 2, P. 1196

-13 النساء 4 : 25

Al-Qura'n, 4:25

-14 آمدی، سیف الدین **"الاحکام"**، 3/ 63

Āmdī, Saif-ud-Din, *Al-Aḥkām,* Vol. 3, p. 63

-15 طحاوی، **"شرح معانی الآثار"**، کتاب الطھارۃ، باب فرض مسح الراس فی الوضوء، 1/ 28

Al-Ṭaḥāwī, *M'ānī al-Athār*, (Kitāb al-ṭaharah, bāb fardh mashu ar-ra's fil wudhu.), V. I, p. 28,

-16 ایضا، کتاب الصلاۃ، بَابُ الْفَخِذِ هَلْ هُوَ مِنَ الْعَوْرَةِ أَمْ لَا؟، 1/ 320 *Ibid*, 1: 320,

[17] ایضا، کتاب الصیام، باب الصائم یقئی، 1/ 404 *Ibid*, 1: 404

[18] ایضا، کتاب الصیام، باب الرجل یدخل فی الصیام تطوعا ثم یفطر، 1/ 411 *Ibid*, 1: 411

[19] ایضا، کتاب الصیام، باب الرجل یدخل فی الصیام تطوعا ثم یفطر، 1/ 411 *Ibid*, 1: 411

[20] ایضا، کتاب الصیام، باب القبلۃ للصائم، 1/ 399 *Ibid*, 1: 399

[21] ایضا، کتاب النکاح، باب النکاح بغیر ولی عصبۃ، 2/ 9 *Ibid*, 2: 9

[22] ایضا، کتاب السیر، باب میراث المرتد لمن ھو، 2/ 148 *Ibid*, 2:9

[23] ایضا، کتاب السیر، باب میراث المرتد لمن ھو، 2/ 148 *Ibid*, 2:148

[24] ایضا، کتاب البیوع، باب البیع یشترط فیہ شرط لیس منہ، 2/ 203 *Ibid*, 2:203

[25] ایضا، کتاب البیوع، باب بیع ارض مکۃ واجارتھا، 2/ 206 *Ibid*, 2: 206

[26] ایضا، کتاب البیوع، باب ثمن الکلب، 2/ 207 *Ibid*, 2: 207

[27] ایضا، کتاب الصلوۃ، باب دباغۃ المیتۃ ھل یطھرھا ام لا، 1/ 315 *Ibid*, 1: 315

[28] ایضا، کتاب الزکوۃ، باب الزکوۃ ھل یاخزھا الامام ام لا، 1/ 364 *Ibid*, 1: 364

[29] ایضا، کتاب الجنائز، باب مقدار صدقۃ الفطر، 1/ 371 *Ibid*, 1: 371

[30] ایضا، کتاب الصلاۃ، باب المفصل فیہ سجود ام لا، 1/ 354 *Ibid*, 1: 354

[31] النجم 53: 62

Al-Qura'n, 53:62

[32] طحاوی، "شرح معانی الآثار"، کتاب الصلاۃ، باب المفصل فیہ سجود ام لا، 1/ 354

Al-Ṭaḥāwī, *M'ānī al-Athār*, 1: 354